



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Punjab.)

سالانہ چندہ

معاونین سے ۵%

غیر مالک سے ۴%

بِیادِ کارِ نبیؐ عظیم ملتِ حضرت مولانا الحاج افشار احمد صاحب گوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)
 بِیادِ کارِ نبیؐ عظیم ملتِ حضرت مولانا الحاج افشار احمد صاحب گوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

منجانب

حزب الانصار بھیرہ و ادارہ مالکیہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔ (۳) جریہ شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام طریق کار کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۵) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۶) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۷) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۸) تنظیم خانہ (۹) اکتب خانہ (۱۰) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۱۱) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون ہر ماہ صبحان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
- ۲۔ اگر کان حزب الانصار کے نام جریہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رعیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ چندہ ۵ روپیہ معاونین سے ۵% طلبہ سے ۵% عام قریبیہ سے ۵% کا پیرچہ ہر کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض مسائل اس میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے جہیز کے اخیر تک اطلاع وصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ۵۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ غلام حسین مینجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہیئے۔

سرخ نشان دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ بی۔ آر۔ سال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ پی۔ آر۔ ڈی بھیجیں خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا راوی۔ بی۔ آر۔ پس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نفع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا ذکر ضرور کریں + (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا ستارہ صواں سالانہ جلسہ

۲ دور علمائے کرام کی ایمان افروز تقاریر

(از قلم صاحبزادہ مولوی برکات احمد صاحب جوئی نظم مجلس استقبالیہ جلسہ سالانہ)

نے دکھلائے۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حزب الانصار
واقعہ و با عظمت حیثیت سے اپنے اندر ایک بے پناہ
جذبات و تاثیر رکھتی ہے۔

یوں تو ہندوستان میں ہمیشہ جلسے اور کانفرنسیں
ہوتی رہتی ہیں لیکن حزب الانصار کے جلسوں کی عظیم
نوعیت سب سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ان کی ہر ایک چیز میں
اسلامی سادگی، نظم و انضباط و وسیع شان اور فیض
خیزی پائی جاتی ہے۔ جمعی نو سرزمین بھیرہ ہر سال جلال
عظمت کے روح پرور نظام سے دیکھتی اور اپنی قیمت
پر ناز کرتی ہے۔

ہزار ہا جموں کے طعام و قیام کا بلا معاوضہ انتظام
اس جلسہ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ صوفیائے عظام علمائے
کرام میں حسب ذیل حضرات تشریف فرما ہوئے۔
حضرت صاحبزادہ محمد محبوب الرسول صاحب سجادہ نشین
لہہ شریف ضلع جہلم۔ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب
سجادہ نشین کوٹ موہن۔ حضرت مولانا مفتی عطا محمد
صاحب سجادہ نشین بھون۔ حضرت پیر بادشاہ صاحب
بھیرہ جناب محترم پیر شمس الامیر صاحب سجادہ نشین

حسب دستور سال بھی نہایت تزک و اختتام کے

ساتھ حزب الانصار کا سالانہ جلسہ تاہم ۱۴۔۱۵۔۱۶
ماہ ۱۹۴۷ء کو انعقاد پذیر ہوا۔ اور اپنی شاندار
روایات کو تازہ کر گیا۔ بفضل تعالیٰ جلسہ ہر پہلو سے
کامیاب و کامرانہ نتیجہ خیز ثابت ہوا۔

ایسی نگرہ نضا میں جبکہ ہر جگہ فرقہ وارانہ فسادات
کی خبریں آمد ہی تھیں۔ اور وحشتناک خبروں نے خرمن
امن میں آگ لگا دی تھی۔ سفر خطرناک ہو چکا تھا۔ ہر
حساس انسان کی زبان سے الامان والحفیظ کا ورد
تھا۔ ایسی حالت میں ہزاروں مسلمانوں کا جوق درجوق
شامل اجلاس ہو کر علمائے کرام اور صوفیائے عظام
کے مواعظ حسنہ اور جہات پرور تقاریر سے مستفید
ہونا ان کی مذہبی بیداری اور مذہبی شیعہ کی اور اسلام
دوستی کا ایک جین ٹیوٹ تھا جس میں قرون اولیٰ
کے مسلمانوں کی اسلامی شان کی ایک ادنیٰ سی جھلک
جلوہ گر نظر آتی تھی۔ حصول موعظت و حکمت کے لئے
مسلمانوں کا وہ اضطراب اور آفتائے حقیقی کی بندہ فانیوں
کے روح پرور نظام سے جو حزب الانصار کے اس جلسے

درگاہ سبحانیہ مولانا کرم الہی صاحب مولانا محمد بخش
صاحب مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب غریب و علی
مولانا محمد امین صاحب جھنگوی مولانا نور محمد صاحب
مولانا سید رسول صاحب و مولوی تاج الرسول صاحب
مولانا فضل الہی صاحب مولانا علم الدین صاحب مولوی
حافظ الہ دین صاحب مولانا محمد رفیق صاحب اختر
مولوی نور محمد صاحب جلی مولانا محمد سعید صاحب فضل
دیوبند مولانا عبد المجید صاحب مولانا صاحبزادہ محمد اکرم
صاحب تہی مولوی محمد حسن صاحب تہی مولانا نذر محمد
صاحب لایاں مولانا محمد سعید صاحب مولانا
محمد المجید صاحب فاضل دیوبند مولانا سید محمد شاہ
صاحب بھیروی۔

۱۰ راج شہنشاہ برودہ جمعہ المبارک کو علمائے کرام
کے استقبال کے لئے گرد و نواح شہر سے کثیر تعداد میں لوگ

اسٹیشن پہنچ گئے اور بارہ بجے کی گاڑی پر باہر سے
تشریف لانے والے حضرات کا شاندار استقبال کیا گیا۔
محمد اللہ تعالیٰ ہذا مجالس میں جلسہ کے پروگرام کے مطابق
ہر خوش بیان مقرر نے مسلمانوں میں خالص اور طبع تہذیب
زندہ کرنے کی جدوجہد کی۔

آخری نشست میں مولانا افتخار احمد صاحب بگوی امیر
حزب الانصار نے حافظ محمد رمضان صاحب مولوی محمد امین صاحب
مولوی سید محمد شاہ صاحب مولوی برکات احمد صاحب بگوی
حافظ غلام حسین صاحب صوفی نور محمد صاحب انجمن غلام اسلام
بند و ادخاں و اسلامیہ سکول پنڈا دتھاں و دیگر ہمدرداں و
رضا کاران خصوصاً محلہ چک والا کے کہلاراں کا شکریہ ادا
کیا کہ انہوں نے نہایت سرگرمی سے انتظامات جلسہ میں مصد کیا۔
اللہ تعالیٰ ان تمام کو دین دنیا میں سرفراز فرمائے آمین۔
(صلی اللہ علیہ وسلم) خیر خلقہ محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین

تادیخ و عیو

ایرانی سفیر دربار رسول میں

(از جناب مولانا محمد امین صاحب مبلغ حزب الانصار)

نہیں پائی جاتی کہ جتنی دوسرے شاداب حصہ پائے زمین
میں ہوتی ہے ملک کی آبادی بیشتر چھوٹے چھوٹے غداؤں
یا قبیلوں پر مشتمل ہے جو بجز خاص بڑے بڑے شہروں کے
عام طور پر خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ یہ
کہنا چاہیے کہ ایسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اونٹ
اور بکریاں ان کی جائدادیں ہیں اور اللہ کی زمین پر

برا عظم انیشیا کے جنوب مغربی گوشے میں ایک بہت
بڑا جزیرہ نما واقع ہے جسے عرب کے نام سے موسوم کیا
جاتا ہے کہ زمین کا یہ خط اپنی بعض خصوصیتوں کے لحاظ
سے دوسرے ملکوں سے بہت کچھ مختلف ہے ملک کا بیشتر
حصہ چونکہ بیگزادہ ہے اس لئے بہت کم آباد ہے۔ اور
جو مقامات آباد ہیں وہاں بھی اتنی نہ خیزی اور سرسبزی

چلتے پھرتے جہاں کہیں انہیں پانی اور جانوروں کے لئے چارہ نظر آ جاتا ہے وہیں چرند و گرد آ کر اس نعمت الہی سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ اور اس کے ختم ہوتے ہی پھر کسی طرف کوچیل دیتے ہیں یہ ملک چار صوبوں پر منقسم ہے جو نجد میں عراق اور حجاز کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان چاروں صوبوں میں اور عراق اپنی ذریعہ ترقی کی خاص شہرت رکھتے ہیں۔ حجاز میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعمیر کردہ اللہ کا گھر ہے جسے کعبہ یا بیت اللہ کہا جاتا ہے واقع ہے اور مدتوں سے ایک زیارت گاہ ہونے کی وجہ سے شہر مکہ کہ جس میں یہ کعبہ ہے تمام ملک عرب میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اسی حجاز میں ایک بڑا شہر اور مشہور بھی ہے جسے مدینہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کی شہرت کا اصلی باعث یہ ہے کہ خدا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وطن یعنی مکہ سے ہجرت کر کے یہاں اقامت اختیار کر لی ہے۔ اور بس یہی سرچشمہ اسلام کا منبع ہے تا جہاں مدینہ کو مدینہ تشریف لائے اب کئی سال گزر چکے ہیں صلح حدیبیہ کے بعد چونکہ کفار عرب کو مسلمانوں کے ساتھ بنے ٹکف میل جول کا موقع ملا تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ اور انہوں نے دیکھا کہ اسلام نے ان کے ان بھائیوں کو جو کل برسوں تک ان ہی طرح وحشی اور جاہل اور بہائم صفت تھے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ اس مشاہدہ کے بعد وہ جو قہر جو قہر مدینہ میں آئے اور پیغمبر اسلام روحی فداہ کی تعلیمات سے فیضیاب

ہونے لگے ہیں۔ دشمنوں کی تعداد کہ جن کی طرف سے قدم قدم پر مزاحمت ہو رہی تھی۔ اور جن سے مجبور ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سے زیادہ مرتبہ صعوبات جنگ بھی برداشت کرنی پڑی تھیں۔ اب یہ فخر و مذہم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور اس نسبت سے شہدائیان اسلام کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے مکہ سے ہجرت کرتے وقت جس رسول ہی ہمراہی میں صرف اس کا ایک رفیق صادق تھا اس کی جماعت کا شمار اب ہزاروں سے کیا جانے لگا۔ اور مکہ میں جن مسلمانوں کو کفار کے خوف سے علی الاعلان خدائے واحد کی درگاہ میں سجدہ گزاری کی ہمت نہ پڑتی تھی وہ اب بے کھشکے پانچوں وقت اذان دے دے کر مسجد نبوی میں یا جماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی عداوتیں بھی اب یا تو صلح کے معاہدوں کے ذریعہ سے اور یا بزورِ شمشیر منقو ذکر دی گئی ہیں اور اندرون ملک کی شورشوں سے نجات پا کر اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا موقع ملا ہے کہ بیرون ملک کے علاقوں کی جانب بھی کچھ توجہ فرمائیں۔ جزیرہ نمائے عرب کی شمال مشرقی سمت میں ملک ایران واقع ہے جسے اصطلاح عرب میں عجم کہا جاتا ہے۔ عرب کی یہ نسبت عجم تہذیب و تمدن میں بہت زیادہ ترقی کر چکا ہے۔ عجمی سلطنت کی عظمت و شان کی داستانیں بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ عجمی لوگوں کا ہر زود و ماندان کے آداب معاشرت شاہراہ ان کے لباس اور ان کے ساز و سامان کی چمک دمک ان کے زر و مال کی افراط اور

کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا یہ کیا معاملہ ہے۔ اس عرب میں جسے کل تک وہ بالکل حقیر ذلیل اور ناقابل التفات چھوٹی سی بستی خیال کرتے تھے کہاں سے اتنی طاقت پیدا ہو گئی تھی کہ اور بھی کسی کو نہیں شہنشاہ ایران کو اس قسم کا پیغام بھیجے

فردوسی نے زخیر و شتر موزوں دوسو سہار

عرب رہا بجائے رسیدست کار

کز تخت کیاں را کنند آرد و

نفو بر تو لے چرخ گرداں تفو

انتہائی حیرت و استعجاب کے ساتھ اور حد سے زیادہ غصے میں شاہ ایران نے اپنے ایک معتد خاص کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ خود جائے اور اس نئے مذہب اور اس کے بانی کے حالات سے کما حقہ

آگاہی حاصل کر کے دربار کو اطلاع دے۔ ایرانی

سفیر ارشاد شاہی کی تعمیل میں پورے بھی ترنگ اختتام

کے ساتھ منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا مدینے کے

قریب پہنچ چکا ہے اور اس وقت تک اسے ایک بھی

علامت ایسی نظر نہیں آئی کہ جس سے وہ عرب کی

ترقی کا یا اس کی تازہ قوت و طاقت کا اندازہ کر

سکے۔ وہی اونٹیاں ہیں اور وہی بکریاں۔ وہی

خانہ بدوش بدوی ہیں اور وہی ان کی چراگاہیں نہ

کہیں ہر بھٹک اور عالیشان شاہی محلات نظر آتے

ہیں۔ اور نہ فوجی خیمہ و فرگاہ نہ کہیں آراستہ و پیراستہ

بازار ہیں۔ اور نہ نہرا نہ نہ مبعود خانقاہ۔ وہ خیال

کر رہا تھا کہ اگر اور کہیں نہ ترقی کے کچھ آثار نظر نہیں

سب سے بڑھ کر ان کے بادشاہوں کا بدیہ اور

طریق آس پاس کے تمام ہمسایہ قوموں کے دلوں

پر اپنا رعب طاری کر چکا ہے سلطنت عجم کی دارائی

کا دور دورہ کر اس نے کوئی من الملک ایوم بجا رکھا

تھا۔ اگرچہ اسکندریہ دارائی جنگ کے بعد ختم ہو چکا

تھا۔ پھر بھی شام عجم کے درباروں کا تزک و

انتقام ان کے ہر بھٹک محلوں کی خوبصورتی اور راستگی

ان کے درباری غلاموں کی نہرق برق و دریاں

اور ان کی فوجوں کے چمکتے ہوئے اور آنکھوں کو

چومند کرنے والے ہتھیار ایسی چیزیں نہ تھیں کہ جن سے

غیر مالک کے اور بالخصوص عرب جیسے تمدن ملک کے

باشندے مرعوب اور اثر پذیر نہ ہوں۔

عرب میں کوئی بڑی باقاعدہ سلطنت نہ تھی۔ وجہ

تھی کہ عجمی فوجیں ذرا ذرا سی بات پر روئش کر کے عراق

عرب میں گھس آتی تھیں۔ اور ملک کو تاخت و تاراج

کر کے چلی جاتی تھیں۔ باقاعدہ اور قواعد و ان فوج

کا مقابلہ کرنا عرب کے بدوں کے لئے آسان بات نہ

تھی۔ اس لئے بالعموم انہیں لڑائیوں میں شکست ہی ہوا

کرتی تھی۔ اور عربوں کے دلوں پر عجم کی فوقیت کا سک

بیٹھ گیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام

کے خطوط مختلف ملکوں کو ارسال فرمائے تھے۔ اور

انہیں میں سے ایک ملک ایران بھی تھا شہنشاہ ایران

کو کسی عربی سردار کا اس لہجہ میں خطاب کرنا ایک ایسی

حیرت انگیز بات تھی کہ تمام شاہی دربار حیران و گما۔

افور کے پہرہ مبارک پر پڑی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے۔ غوث سے سارا جسم تھم تھم کر کانپنے لگا چہرہ فق ہو گیا۔ منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں حلق خشک ہو گیا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھ کر ازراہ مرحمت تبسم فرماتے تو کیا عجب تھا کہ اسے غش آ جاتا۔

اسے ایک با عظمت و جلال شہنشاہ کی بارگاہ کے لئے یا ایک درویش با صفا کی چھوٹی سی خانقاہ اور اسے ایک پرشکوہ سلطنت کا ایوان مملکت سمجھئے یا مسلمانوں کی مختصر سی عبادت گاہ۔ پھر مسلمانوں کے پاس اپنے حکام کے لئے ایک یہی عمارت تھی جسے مسجد نبوی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اسی میں خدائے وحدت کی عبادت کی جاتی تھی۔ اسی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ ہوتے تھے۔ اور اسی میں جنگی اور ملکی ضرورتوں کے وقت مجالس شوریٰ منعقد کی جاتی تھیں۔

مسجد نبوی میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ آپ کے چاروں طرف آپ کے اصحاب جمع ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی آپ کے واسطے بائیں بیٹھے ہیں حضرت بلال مہدوب کھڑے ہوئے ٹکس رانی میں مصروف ہیں۔ حضور اکرم اپنی مبارک زبان سے تائید و تائید وحی الہی کی تشریح فرماتے ہیں۔ حاضرین پر و جد کا عالم طاری ہے۔ یکایک سفیر ایران کی خبر آتی ہے حضور انور شفقت بھیمز تبسم سے اس کا استقبال کرتے ہیں چند اکابر صحابہ آٹھ کر اجنبی جہانوں کو ہاتھوں ہاتھوں لا کر حضور انور

آئے تب بھی مدینے میں تو ضرور وہی ایسی شان و شوکت دیکھنے میں آئے گی کہ جو تبریز و اصفہان یا مدائن و شیراز کی عظمت کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن یہاں داسلطنت میں آپ کی بھی اسے کوئی ظاہری علامت ایسی نہ ملی کہ جس سے پیغمبر عرب کی دولت و طاقت کا کچھ پتہ چل سکتا حیران و پریشان وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں تو کوئی عکاسی محل نظر آئے لیکن جب اسے کوئی ایسی عمارت دکھائی نہ دی جو اس نے مجبور ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے سنے پیغمبر کی قیام گاہ کہاں ہے۔ لوگوں نے اسے مسجد نبوی تک پہنچا دیا۔

مسجد کی صاف ستھری مگر مختصر سی عمارت میں دونوں جہاں کا شہنشاہ اپنے اطاعت گزار اور فرماں گزار معتقدوں کے جھرمٹ میں فرش زمیں پر اس طرح بیٹھا ہوا ہے کہ آقا و مولا اور بندہ و خواجہ میں کسی قسم کا فرق و امتیاز نظر نہیں آتا۔ نہ رنگارنگی ہے اور نہ مغلل جو اہر تخت نہ دست بستہ غلاموں کی صفیں ہیں نہ امراء و وزراء کی حسب مراتب کرسیاں اور نہ کہیں شاہی چتر و علم ہے اور نہ خسرانہ تاج ایرانی سفیر قبضہ و کسریٰ کے درباروں کی شان دیکھ چکا تھا شاہان ایران و یونان کے ہیبت و جلال اس کی نگاہوں میں تھے۔ چند بودیاشینوں کی بجاہت بھلا اس کے دل پر کیا اثر ڈالتی۔ ایک حقارت آمیز تبسم کے ساتھ وہ کسی قدر گستاخانہ انداز میں آگے کہ بڑھا لیکن مسجد میں قدم رکھنے کے بعد جیسے اس کی نگاہ حضور

ان حضرات سے پوچھا جائیے ان کی طرف مخاطب ہوتا ہے۔ سفیر، شہنشاہ ایران کے حضور میں ایک نئے مذہب کا جو دعوت نامہ گیا تھا وہ آپ ہی کی جانب سے گیا تھا۔ صحابی! ان اللہ کے رسول نے ایسے تمام ملکوں کو دعوت نامے ارسال فرمائے ہیں کہ جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی ہے۔

(باقی)

کے قریب بٹھادیتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کے حیرت و استعجاب میں کچھ کمی آتی ہے اور حضور کے تبسم ہائے پیہم سے ایک ڈرامی بہت بندھتی ہے تو وہ ڈرتے ڈرتے اپنے حاضر ہونے کا سبب بیان کرتا ہے حضور پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد ایک صحابی کی جانب ارشاد فرماتے ہیں: اداہ سفیر ایران یہ سمجھ کر کہ مجھے جو کچھ پوچھا ہے وہ

فنون لطیفہ اور اسلام

(از مولانا شاہ فیاض عالم صاحب ولی اللہی مقیم دیوبند)

اوباء نے اپنے اچھوتے خیالات نہایت دلکش انداز میں قلم کی مدد سے صفحہ قرطاس پر ثبت کر دیئے۔ اور فطرت کے راز ہائے سرسبز کو نہایت حسین اور لطیف پیرایہ بیان میں ظاہر کیا اور تخیل کی مدد سے سماج اور سوسائٹی کی جلتی جاگتی تصویر کھینچ کر دنیا کو اپنے کمال کا معترف بنایا۔

ماہرین موسیقی نے اپنے دلی جذبات ساز اور راگ کے ذریعہ نہایت دلکش انداز میں ظاہر کئے۔ ایک ماہر موسیقی جب اپنے بے پایاں جذبات کا اظہار راگ کے ذریعہ کرتا ہے تو اپنی شعلہ نواکی سے خس و خاشاک کو بھونک دیتا ہے۔ دلوں میں آگ بھردیتا ہے۔ دنیا کو مسحور کر دیتا ہے۔

رقاصہ زبان قلم اور راگ سے بے نیاز ہو کر اپنے

انسان میں بہت سی باتیں ایسی باقی جاتی ہیں جو اس کو حیوانوں سے تمیز کرتی ہیں۔ ان میں سے "حب جمال" اور "قوت تخلیق" بھی ہے، جانور صرف اپنی ضرورتیں پوری کر لینے پر بس کرتا ہے۔ لیکن انسان اس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے اور اپنی ضرورت کی جو چیزیں بناتا ہے ان میں خوبصورتی کا بھی لحاظ کرتا ہے۔

اسی "حب جمال" اور "قوت تخلیق" نے ارتقائی منزلیں طے کیں تو فنون لطیفہ "معرض وجود میں آگیا فنون لطیفہ کے بہت سے شعبے ہیں۔ ادب، رقص، موسیقی، مصوری، مجسم سازی اور فن تعمیر لوگوں نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ان میں کمال حاصل کیا اور دنیا کو اپنے کمال کا معترف بنایا۔

پوشیدہ نہیں تاج محل فن تعمیر کے کمال کا زندہ مثال ہے۔

مجسمہ ساز پتھر کے بے حقیقت ٹکڑوں کو اپنے فن کی مدد سے دلکش حسین مجسمہ کی شکل میں تبدیل کر کے جامد محض کو ذی حیات و ذی شعور بنا دیتا ہے غرض فنون لطیفہ محسن، دلکشی، کمال، رنگینی، ساجی اور مسیحا کا مجموعہ ہے۔

ہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسلام کا رجحان فطرت ہے فنون لطیفہ سے کیا تعلق ہے؟ کیا اس نے فنون لطیفہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے؟ یا اس کی قطعاً مخالفت کی ہے؟ یا اس میں کچھ ترمیم کرتا ہے؟

اسلام کا نصب العین دنیا میں خدائی احکام کا نفاذ ہے۔ خواہ ان کا تعلق اشخاص سے ہو یا اقوام سے ان احکام کا تعلق نوع انسان کی تکمیل اور اس کی صالح قوتوں کی تربیت سے ہے۔ اس لئے اسلام نے ان تمام ذرائع کا سد باب کرنے کے اصول متعین کئے جو انسان کی انسانیت کی تکمیل میں خلل انداز ہو۔ اسی لحاظ سے اسلام ہر چیز کو پرکھتا ہے اور کھرا کھوٹا الگ کر دیتا ہے۔ صالح اور خالص کو اخذ کرتا ہے اور غیر صالح کو چھانٹ دیتا ہے۔

یہی سلوک اسلام نے فنون لطیفہ کے ساتھ کیا فنون لطیفہ کا وہ غیر صالح عنصر جو انسان کے لئے سوچا اور ایفون کا حکم رکھتا تھا جو انسان کے قوت عمل کو بیکار کر دیتے والا تھا رد کر دیا گیا۔

اسلام نے خاص طور پر نقص و موبہ فی مصوری

جسم کی حرکت و ابتزاز سے اپنے اندرونی جذبات کو ظاہر کرتی ہے، خاموشی اس کی گفتگو ہوتی ہے۔ اور بے زبانی اس کی زبان ہوتی ہے۔ آنکھوں کے اشاروں نے ہونٹوں کی جنبش سے گردن کے خم سے ہاتھوں کے رفع و نقص سے اکبر کی پلک سے اذیتوں کی لڑکھٹاہٹ سے، کبھی مسکرا کر کبھی غمناک چہرہ بنا کر، کبھی خندہ پیشانی سے، کبھی پیشانی پر بل ڈال کر دار و ادب طلب ظاہر کرتی ہے۔ اور دنیا کو محو حیرت بنا دیتی ہے، دیکھنے والوں کے دلوں کو کھینچ لیتی ہے کتنا دل فریب اور حسین ہوتا ہے یہ فن

ایک مصویران تمام باتوں سے بے نیاز ہوتا ہے وہ مو قلم کے ذریعہ کچھ بکریں گھینچتا ہے اور مختلف رنگوں کی مدد سے اپنی غن کا رانہ صلاحیتوں کو صرف کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ اور بے حقیقت و بے جان نقوش کو جامد کر دکھاتا ہے مصویرانوں کے ذریعے ایسے ایسے لطیف خیالات کا اظہار کرتا ہے جس کے اظہار سے ادیب کا قلم منفی کا رنگ اور رفاقت کا ابتزاز قاصر ہوتا ہے۔ یہ فن ساحری سے کسی طرح کم نہیں۔

فن تعمیر کا باہر دنیا کو یہ بتاتا ہے کہ کس طرح حسن کو ابدیت بخشی جاتی ہے، اور وہ حسن عظمت، محبت اور وقار کو اپنے فن کے ذریعہ زندہ جاوید بنا سکتا ہے۔ "تاج محل" کے معیار نے جس طرح جس طرح حسن، محبت اور عظمت کو حیات ابدی عطا کر کے دنیا کو محو حیرت بنا دیا ہے وہ کسی سے

و مجسمہ سازی کی مخالفت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رقص و موسیقی سے انسان کی شہوانی قوت بڑھتی ہے۔ اس سے انسان نفس پرست بن جاتا ہے۔ اس کے اشاروں پر حرکت کرنے لگ جاتا ہے اور ان چیزوں میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ دین و دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس پر مدہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان میں بیکاری اور تعاد پیدا ہو جاتا ہے جو بالآخر اس کو ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ موسیقی کے شنیدائی رقص و سرود کے متوالے کو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ انسانی اخلاق کی تکمیل کی طرف توجہ کر سکے۔ یہ ایسا نشہ ہے جو انسان کو ہوش میں نہیں آنے دیتا، تاہم یہ شاہد ہے کہ جو قومیں رقص و سرود میں مصروف ہوئیں نہ مانے نہ ان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جس قوم میں رقص و سرود نے راہ پائی سمجھنا چاہیے کہ اب اس کی تباہی کے دن قریب آگئے۔

میں تم کو بتاتا ہوں تقدیر اہم کیا ہے

شمیر و بناں اول طاؤس در باب آخر

معنی کے نفس اور ہوا کا وہ بدن کے خم و بیج سے چمن کی افسردگی اور تشنگی کام و دہن کے سوا کیا حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے رقص و موسیقی کی مخالفت کی۔ ہاں انہی اجازت ضرور دیتا ہے کہ اپنا دل بہلانے اور وحشت دور کرنے کے لئے نغمہ سرائی کرے۔ شادی بیاہ میں اعلان کے لئے دف بجانے گانا گانے اور اس کے علاوہ اگر گانے کے ذریعہ کسی

مرض کا علاج کرنا مقصود ہو تو اس کی بھی اجازت ہے مصوری اور مجسمہ سازی میں اسلام یہ ترمیم کرتا ہے کہ جائیداد کی تصویر نہ کھینچی جائے نہ اس کا مجسمہ بنایا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ بے وقوفوں نے انسان اور جانوروں کے مجسموں اور تصویروں کی پرستش شروع کر دی تھی۔ خدا نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بتایا ہے۔ اور ساری دنیا اس کے لئے مسخر کر دی گئی ہے یہاں تک کہ چاند اور سورج اسی کے فائدہ کے لئے حرکت کرتے ہیں لیکن انسان نے پتھروں اور تصویروں کی پرستش کر کے انسانیت کی زبردست تہذیب کی اسی لئے اسلام نے جائیداد چیزوں کی تصویریں کھینچنے سے اور مجسمے بنانے سے منع کر دیا تاکہ اصنام پرستی کا سد باب ہو سکے۔ باقی چیزوں کی تصویریں کھینچنے سے اسلام نے نہیں روکا۔

ادب کے معاملے میں تو اسلام ساری دنیا سے بازی لے گیا۔ اس مذہب کی کتاب قرآن حکیم کا ادبی میاں اتنا بلند ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا دنیا والوں کے لئے ناممکن ہو گیا۔ جس زمانے میں یہ کتاب نازل ہوئی اس وقت سے آج تک تمام فصحاء و بلغاء اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ ادب پر اسلام نے یہ پابندی ضرور عائد کی ہے کہ کذب و افتراء ہزل و عریانی سے پرہیز کیا جائے فرض اسلام فنون لطیفہ میں مندرجہ بالا ترمیم کر کے اس کو قبول کرتا ہے۔

ان اصولوں پر چل کر ہم فنون لطیفہ کے زہریلے اور مضر اثرات سے بچتے ہوئے ان سے نفع اندوز ہو

اسلام جذبہ جمال کو ختم کرنا نہیں چاہتا، لیکن محض حسن پرستی کو منتہائے مقصود بھی نہیں بنانا چاہتا ہے۔ وہ حقائق اور بلند مقاصد کو سامنے رکھتا ہے۔

سکتے ہیں۔ اگر فنون لطیفہ کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسان بہک جائے گا۔ اور پھر وہ مقام بلند حاصل کرنے سے قاصر رہے گا جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔

دنیا میں ظلم و فساد کیوں ہے؟

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

غریبوں کو روٹی کیسے ملے، میرا اپنا، میری قوم کا، میری پارٹی کا اور میرے ملک کا بہلا کس چیز میں ہے؟ ہم دوسروں پر کیوں کر غلبہ و تسلط حاصل کر سکتے ہیں؟ ہماری دولت و جاہت میں کیسے اضافہ ہو سکتا ہے؟ اور ہم دوسروں پر کس فکر و فن کے ساتھ اپنا تسلط و اقتدار قائم رکھ سکتے ہیں۔

بس عہد حاضر کے انسانوں کے فکر و عمل پیچ و بکا، تذبذب و دانش اور جدوجہد کی کل کائنات یہ ہے جس کی لائٹھی اس کی بھینس۔ جس کے ہاتھ میں جلتی آندھری اور جتنا اقتدار بھی آ جاتا ہے۔ وہ اس کو غلاموں اور محکوموں کی بربادی میں صرف کر رہا ہے۔ طاقت و قوت دار کے ذریعہ کمزوروں کو کچلا جا رہا ہے۔ خود غرض اور حرص و طمع کی آگ نے محبت، ہمدردی اور واداری، دوستی، اخلاص اور وفاداری جو انسانیت کا جوہر اور بہترین سامان حیات ہیں سب کو جلا کر بھسم کر دیا ہے۔ اور ان کی جگہ دلوں اور دماغوں میں بغض و عناد کی بھٹییاں سنگ

آج دنیا میں سب سے بڑا مسئلہ روٹی کا سوال ہے غریب کو روٹی اور کپڑا چاہیے اور سرمایہ دار کو سرمایہ اگر غریب کو روٹی کپڑا مل گیا تو گویا اسے سب کچھ مل گیا۔ اور اگر سرمایہ دار کو دولت مل گئی تو گویا وہ اپنے مقصد حیات کو پہنچ گیا۔ اس سے زیادہ غریبوں اور امیروں کو اور کچھ نہیں چاہیے۔ ان کی جانے بلا کہ یہ دنیا کیا ہے؟ اور دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہونا چاہیے۔ اس درد سہی کو کون مول لے جو بالکل ایک بے مزہ چیز ہے۔ اور اس میں کسی کو کسی فائدہ کی امید بھی نہیں۔ اغراض و مفاد کی بجاری دنیا کیوں کسی ایسی بات کو سوچے اور سمجھے جس میں اس کا کچھ نفع نہیں۔ آج ساری دنیا اغراض و مفاد کے محور پر گردش کر رہی ہے مفکروں کا فکر، مدبروں کی تدبیریں، ایڈیٹروں کی لپٹی، ایڈیٹروں کی ایجاد، شاعروں کی شاعری، موجدوں کی ایجاد، صنعت، ماہروں کی مہارت اور فن کاروں کے علوم و فنون سب کے سامنے صرف یہی سوال ہے کہ

یہی ہیں۔

علم، حکمت، عقل، دولت، طاقت اور اقتدار سب چیزوں کو انسانیت کی تباہی میں صرف کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں جھوٹ، مکر، فریب، دغا، عیاشی، بیکاری، ظلم اور فساد عام ہے۔ دنیا کا کوئی خطا ایسا نہیں جہاں انسان امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوں۔ رسول اقتدار، ثمنائے دولت عیش و عشرت کی آرزو اور اغراض و مفاد کی پوجانے والے تمام انسانوں کو اندھا اور پاگل بنا کر رکھا ہے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی جگہ سانپ، بھو، بیڑیئے سانڈ اور شیر آیا دیں۔

حیرانی اور تعجب ہے کہ اس پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ روشنی کا زمانہ ہے۔ تہذیب و ارتقا کا دور ہے علم و عقل کی ترقی ہو رہی ہے اور انسان ترقی کر رہے ہیں۔ انسان کی فکری صلاحیتوں اور ایجادی طاقتوں سے دنیا پر فصل بہار آگئی ہے۔ اگر روشنی تہذیب، ارتقا، علم، عقل اور ترقی اسی کا نام ہے جو آج دنیا میں نظر آ رہی ہے تو ظلمت، وحشت و ہر جہت کے انحطاط، اچھا، و نادانی اور ظلم و فساد کس چیز کا نام ہے؟ دیکھنے میں تو یہ آ رہا ہے کہ طاقتور کمزوروں کو کھائے جا رہے ہیں عالم جاہلوں کی گدوں پر سوار ہیں۔ ہندو، ناہنوں پر عرصہ حیات لنگ کر رہے ہیں۔ اور ہر طرف تباہی و بربادی ایسے ڈیرے ڈالے پڑی ہے۔ کیا تہذیب و ترقی اسی کا نام ہے۔ اشتراکیت، جمہوریت اور

انسانیت اسی کو کہتے ہیں؟ اور انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کی کامیابی دامن پروردی یہی ہے؟ غرض کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اور مانے یا نہ مانے آقا سے زیادہ روشن حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا ظلم و فساد سے بھرپور ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ جو قوم دنیا میں خیرالامم، خادم خلق، محافظ امن اور نجات دہندہ عالم تھی، جو قرآن کی علیحدہ دینائی گئی تھی اور جس کے پاس دنیا کی اصلاح و ہدایت کا سب سامان موجود تھا۔ وہ اپنے فرائض حیات کو فراموش کر کے دنیا کی دوسری قوموں میں کھوئی گئی۔ وہ ایک قوم بن کر رہ گئی۔ اللہ کے سپاہی طاغوت کے محافظ بن گئے۔ جن کو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا تھا۔ وہ پیٹ کی راہ اور وطن کی راہ میں جہاد کرنے لگے۔ جن کا کام انسانوں کی اللہ کی عبدیت اور ہدایت الہی کی پیروی کی طرف بلانا تھا وہ خود اپنے جیسے انسانوں سے افکار و اعمال اور حقوق و مفاد کی بھیک مانگنے لگے جن کا منصب دنیا میں توحید و عدل اور حق و صداقت کو قائم کرنا تھا وہ طاغوتی نظاموں کو قائم کرنے لگے جنہیں اور امر الہیہ کی پابندی کرنی تھی۔ وہ نفس کی پیروی کرنے لگے۔ جن کی شان یہ تھی کہ ہر بدی، ہر ظلم، ہر فساد اور ہر گمراہی سے اجتناب کرتے تھے وہ فاسقوں، بدکاروں، ظالموں، مفسدوں اور گمراہوں کے حمایتی اور اطاعت گزار و خادما بن گئے۔

اللہ والوں نے انسان کی امامت، قیام عدل، اصلاح

خلق اور دنیا کے انتظام سے مستغنی دے دیا۔ اس کا چارہج خدا کے باغیوں اور نفس کے بندوں نے لے لیا۔ جب نیک ہو گئے اور بد جاگ اُٹھے۔ مومن سینوں کو صاف کرنے اور خدا سے ملنے کی فکر میں لگے رہے۔ اور کافروں و مشرکوں نے دنیا پر قبضہ کر لیا۔ اگر مسلمان اقامت دین اور صلاح انسانیت کے لئے اپنے اندر سیرت و کردار کی بلند و اعلیٰ درجہ کی علمی قابلیت، تنظیم و مرکزیت اور فہم و تدبیر کو رکھتے تو دنیا پر فساق و فجار حکمران نہ ہوتے۔ مادہ پرستوں کو اقتدار نصیب نہ ہوتا۔ اور ان کی شیطانی فتوحات کے ڈنکے نہ بجتے۔ نیکوں نے اپنی نیکی پر قناعت کی مگر دنیا میں نیکی کو قائم کرنے کا فکر اہتمام نہ کیا۔ برائی سے خود بچے مگر منظم جدوجہد اور اجتماعی قوت کے ساتھ بدی و شرارت کی جڑ نہ کاٹی۔ خود تو اللہ کی راہ پر چلے مگر دوسروں کو اللہ کی راہ پر لانے کے لئے جہاد نہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیکی قوتیں دبتیں اور بدی کی قوتیں ابھرتی چلی گئیں۔ امن و صلاح کی راہیں بند اور ظلم و فساد کی راہیں کشادہ ہو گئیں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے ذوال و انحطاط کی وجہ سے دنیا میں ظلم و فساد کی راہیں کشادہ ہو گئیں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے ذوال و انحطاط کی وجہ سے دنیا میں ظلم و فساد کو تقویت پہنچی۔ یعنی دنیا کی اصلاح مسلمانوں کا کام تھا۔ وہ یہ کام اپنی غفلت و نااہلی کے سبب سرانجام نہ دے سکے۔ اس لئے کفار و مشرکین اور شرار و مہمچین کو موقع مل گیا کہ دنیا کا حلیہ بگاڑ دیں۔

معلوم وہ کونسی تنجوس گھڑی تھی جب مسلمانوں میں بھی تخیلات و بیادتی فلسفہ اور اغیار و اجانب کی تقلید آئی اس نے آکر دین کو دنیا سے الگ کر دیا۔ عاشقان الہی اپنی نجاست کی نگر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اور خلق خدا کو بادشاہوں اور نفس و شیطان کے سپرد کر گئے یہ چیز دنیا والوں پر قیامت دہانگی و بنائی نقوت نے اسلام کا صحیح تصور نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اللہ کے نیک مگر سادہ لوح بندے یہ نہ سمجھ سکے کہ اسلام محض تو جہد و رسالت، نماز و زکوٰۃ، نکاح و طلاق، درود و وظائف اور اصلاح نفس ہی کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تنظیم سیاست بھی چاہتا ہے۔ اور اقامت دین کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ اور دین ایک ہمگیر نظام فکر و عمل کا نام ہے۔ یہ دین ہی افراد قائم کر سکتے ہیں جن کے اندر اسلامی فہم و تدبیر، مومنانہ عقل و فراست، مجاہدانہ عزائم اور روح تقدوسی ہو وہ اس حقیقت کو بھی زندہ و تازہ رکھ سکتے کہ اسلام خدا کی اطاعت کا نام ہے۔ یعنی زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں قانون الہی کی پیروی کرنا۔ اطاعت و انقیاد کے دو جزو ہیں۔ ایک "لا" اور دوسرا "الا" یعنی نفی و اثبات۔ نفی سے مراد یہ ہے کہ خدا پر ایمان لانے والا خدا کے حکم کے خلاف نہ انسان کی اطاعت اور غلامی سے انکار کرے، خدا کے منہ کسی کو اپنا حاکم، خالق، مالک، مدبر، کارساز یا دی مشکلکش، حاجت بردار، اور قانون ساز نہ ماننا اور پُر غیر الشد کی غلامی سے نکل کر

آجائے جب سے کٹ کر اللہ سے جوٹ جائے سب سے باغی ہو کر اللہ کا وفاق و اساو را طاعت گزار بن جائے اور اپنی پوری کی پوری زندگی اپنے مولیٰ کے سپرد کر دے۔

نیک بہاد لوگ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ تزکیہ نفس کوئی مقصود بالذات چیز نہیں بلکہ ایک ذریعہ و آلہ ہے تاکہ دین کا تزکیہ نفس اس لئے مطلوب ہے کہ مری کی نفوس انسان دنیا سے ظالمانہ و مفیدانہ نظامات کو مٹا کر ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ و مصلحانہ نظام قائم کریں۔ انہوں نے مقصد و ذریعہ کی تمیز ہی کھو دی۔ ذریعہ نہ کیا اور مقصد غائب ہو گیا۔ اور عبادت اور زہد و تقدس کا تصور یہ قرار پایا کہ انسان دنیا کے جھگڑے بکھڑوں سے الگ ہو کر اللہ اللہ کرے۔ اور اس بات سے کوئی سروکار نہ رکھے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہونا چاہیئے؟ خلق خدا کس حال میں ہے؟ دنیا میں کس کا نظام چل رہا ہے؟ اس کے نتائج کی شکل یہ ہے؟ اور زمانہ کا تقاضا کیا ہے؟ اس تغافل و لاپرواہی سے کیا صورت حال پیدا ہوئی۔ اس کو مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے قلم حقیقت نہ رقم سے سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

خواص تسبیح و مصلیٰ لے کر حجروں میں بیٹھ گئے خدا کے بندے گمراہی میں مبتلا ہیں دنیا میں ظلم پھیل رہا ہے، حق کی روشنی پر باطل کی ظلمت چھائی ہوئی ہے۔ خدا کی زمین پر ظالموں اور باغیوں کا قبضہ

ہو رہا ہے، الہی قوانین کے بجائے شیطانی قوانین کی بندگی خدا کے بندوں سے کرائی جا رہی ہے، مگر یہ ہیں کہ نفل پر نفل پڑھتے چلے جا رہے ہیں تسبیح کے دانوں کی گردش دے رہے ہیں ہونق کے نعرے لگا رہے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں مگر صرف تبرکاً سیرت پاک اور اسوۂ صحابہ پر وعظ فرماتے ہیں، مگر قصہ گوئی کا لطف اٹھانے کے لئے دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کا سبق نہ ان کو قرآن میں ملتا ہے نہ حدیث میں نہ سیرت پاک میں نہ اسوۂ صحابہ میں، کیا یہ عبادت ہے؟ کیا عبادت یہی ہے کہ ہدی کا طوفان تمہارے سامنے اٹھ رہا ہو۔ اور تم آنکھیں بند کئے ہوئے مراقبہ میں مشغول رہو، کیا عبادت اسی کو کہتے ہیں کہ گمراہی کا سیلاب تمہارے حجرے کی دیواروں سے ٹکرا رہا ہو اور تم دروازہ بند کر کے نفل پر نفل پڑھ جاؤ۔ کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چار دانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں، دنیا میں انہی کا علم پھیلے، انہی کا حکمت کا رفرما ہو، انہی کا قانون رواج پائے، انہی کی تلوار چلے، انہی کے آگے بندگان خدا کی گردنیں جھکیں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لئے چھوڑ کر غازیں پر ہتے روزے رکھتے اور ذکر و شغل کرنے میں مشغول ہو جاؤ، اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو، اور اللہ کی عبادت کا حق اسی طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت کہو تم اور زمین کی حکومت و فرمان دانی

دوسروں کو ملے (تفہیات ص ۶۴)

قرآن مجید نے واضح طور پر بتلادیا تھا کہ "تم بہترین امت ہو۔ جس کو ان لوگوں کی بھلائی اور نفع رسانی کے لئے کھڑا کیا ہے اس نفع رسانی کی عمل کی صورت یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ نیز اس امت کو ہدایت کی گئی تھی یہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔"

یعنی انفرادی اور اجتماعی طور پر احکام الہیہ کی پیروی کرو (اعلان تھا۔ تم شہداء علی الناس ہو دین کو قائم کرو۔ اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ پھر اس سلسلہ میں تفصیلی احکامات و ہدایات بھی دی گئی تھیں جہاں فی سبیل اللہ اور تنظیم و مرکزیت کی تاکید سے قرآن و حدیث بھی لبریز تھے اور صحابہ کرام کی سیرت طیبہ کے حیات افروز کارنامے بھی ان کے سامنے کھلے پڑے تھے۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی مسلمانوں کو یاد نہ رہی۔

ذرا اندازہ تو لگائیے کہ اگر مسلمان ان احکام و فراہم پر عمل پیرا ہوتے تو کیا کفار کے تسلط و اقتدار اور مسلمانوں کی ذلت و پسماندگی کا یہ نقشہ ہونا جو آج دنیا کے سامنے ہے۔ یقین کیجئے کہ نقشہ بالکل الٹ ہوتا۔ یعنی دنیا کی نہ مایہ کا رہو نہیں صالحین کے ہاتھ میں ہوتی اور کفار و مشرکین اسلامی حکومت کے سایہ میں آندادانہ امن چین کے ساتھ غلامانہ زندگی بسر کرتے ہوئے اور دنیا عدل و انصاف اور نیکی و پرہیزگاری سے بہرہ ور نظر آتی۔

کاش آج بھی ہمارے علماء و صلیحان پیدا ہو منظم ہو اپنے منصب اور اپنے فریضہ حیات کو سمجھیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اسلامی نظام کے قیام کے لئے تنظیم و مرکزیت قائم کریں۔ ادیان باطلہ کے مقابلہ میں دین حق کو غالب کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ اور اس حقیقت پر ایمان لے آئیں کہ جب دنیا میں ظلم و فساد پھیل رہا ہو تو اس وقت سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ بندگان خدا کو اللہ کی طرف بلانا چاہیئے ہر زمانہ ہر دور اور ہر حال میں علمائے حق اور مشائخ کرام اجار اسلام اور قیام شریعت کے لئے سر نوڑ کو ششیں کرتے رہے۔ مگر ایسے علماء و صلیحان بہت تھوڑی تعداد میں ہوئے اور آج بھی ہیں ان کے قدموں کی برکت ہے کہ اس خلافت آباد دنیا میں آج بھی حق و صداقت کی آواز گونج رہی ہے۔ ان چند نفوس قدسیہ کی مساعی کیا کر سکتی تھیں۔ وہ خدا کے سامنے سرخرو ہو کر گئے۔ اور آج بھی جہاں بھی میں اسلام کی صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ مسلمان بحیثیت مجموعی اجار اسلام اور اصلاح خلق کے لئے منظم جدوجہد نہ کر سکے۔

اس فریضہ سے علماء و صواہر پیران دنیا کا رہنے ہمیشہ مسلمانوں کو غافل رکھا۔ اور خود بھی غافل رہے انہوں نے مسلمانوں کو بھی خراب کیا اور باطل کو بھی پھولنے پھلنے کا موقع دیا۔ آج یہ کیوں ہے کہ دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور باوجود نذول

باعث تھی۔ بادشاہوں کو انہوں نے ہی بہکایا۔
(مکتوب ۷۴ ص ۱۱)

یعنی یہ دنیا علماء سوا پیرانِ ریاکار اور بادشاہوں کی ہنگامی ہوئی ہے۔ جب تک دنیا میں اقوام یورپ نہ اٹھی تھیں۔ اس وقت یہ دنیا کو خراب کرتے رہے اور جب مسیحی اقوام برسرِ اقتدار گئیں تو اب دنیا کا چارج ملحدوں، مادہ پرستوں اور سرمایہ داروں نے لے لیا۔ انہوں نے اپنی ملی، فکری تنظیمی، ایجاد اور عملی قوتوں سے ساری دنیا پر اپنا سکہ جما لیا۔ اور علماء سوا پیرانِ ریاکار نے ہوا کا رخ دیکھ کر سفید آقاؤں کو اپنا ملجا و مادی اعلان کی حکومتوں کو خدا کی رحمت کا سایہ سمجھ لیا۔ سر زمین یورپ سے اٹھی ہوئی مادہ پرست تہذیب انسانوں کے دل و دماغ میں اپنے پیچھے جاتی چلی گئی اور یہ دین کے رہزن اور نام نہاد علمبردارانِ شریعت ان کی اطاعت و وفاداری کے درس دیتے رہے۔ ان کی خوشنودی کے لئے قرآنی آیات اور حدیثیں بدلتے رہے

جیب دنیا میں مغربی اہل فکر تسخیر کا میناں اور جوع الارضی کی بھوک لے کر اٹھے تھے۔ اور خدا پرستانہ فلسفہ حیات کو بے دخل کر کے انسانوں کے دل و دماغ پر مادہ پرستانہ تصور حیات ہوتے پرکربستہ ہوئے۔ اگر عالمین قرآن اور علمبردارانِ حق اسی وقت قرآن پاک کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز کر لیتے تو کم از کم مسلمان تو اٹھاد و دہریت

و اخطا ط کے ان کی نام نہاد بادشاہتیں بھی ہیں۔ گند آزاد اور غلام سب کے سب کفار کے سامنے مجبور و مقبور اور مغرب و مشرق اور دنیا میں سب جگہ شیطانی قوانین چل رہے ہیں۔ یہ علماء سوا پیرانِ ریاکار کی برکت ہے۔ انہوں نے عوام کو مسلمان اور کافر بادشاہوں کے لئے نرم نوالہ بنایا۔ ان کے ساز باز کی ان کی اطاعت و وفاداری کے درس دیئے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اللہ کی شریعت، دین کی حقیقت اور اس کے مقتضیات و مطالبات کو بدلا اور یوں مسلمانوں کو تباہ کر کے اور باطل پرستوں کے ہاتھ مضبوط کر کے اب تک اپنی مسجدوں اور خانقاہوں میں راحت و آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک

مکتوب میں فرماتے ہیں:-

سب سے بڑھ کر مددِ کتاب و سنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور کلامیہ عقیدوں کو ظاہر کرنا ہے۔ تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ وہ میان میں آکر دستہ سے نہ بہکا دے اور کام خراب نہ کر دے۔ اس قسم کی امداد علمائے اہل حق سے مخصوص ہے جو آخرت کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ اور علمائے دنیا جن کا مقصد وہم تن دنیا طلبی ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اور ان کا فائدہ متعدی ہے۔ گذشتہ زمانہ میں جو بلا اسلام کے سر پر آئی وہ اس جماعت کی کجی کے

سے مراد ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن ہے کہ سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ اور کفر کا فری اور کفر کے خصائص و لوازم مثلاً زنا، با اور اسی قسم کی اور رسوم سے جو رسیں پائی جاتی ہیں پیڑی کرنا اور بیزاد جو نام اس تصدیق کی علامت میں سے ہے۔ اور اگر عیاذ باللہ کوئی تصدیق کا بھی دعویٰ کرے۔ اور کفر سے بیزادی و بہتری بھی ظاہر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے (یعنی دین حق کی تصدیق بھی کرتا ہے اور دین باطل کی تصدیق بھی کرتا ہے) جو امتداد کے نشان سے داغدار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق سا ہے۔ پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے بہتری کی ضرورت

ہے۔ ادنیٰ بہتری یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور بہتری سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے ہو۔ جبکہ ان کے ضرر کا اندیشہ ہو خواہ دل اور جسم دونوں سے ہو جبکہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔ آیہ کریمہ یا ایہا البنی جاهد الکفار الخ اسی مضمون کی تائید کرتی ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ (مکتوب ۲۶۶ ط ۵)

ہمارے رہنماؤں کو کفر، کافری اور کفر کے خصائص و لوازم کی بھی تمیز نہ ہی جن سے دشمنی کرنی تھی

کے سیلاب میں نہ بہتے۔ اگر وہ دنیا میں کوئی انقلاب نہ برپا کر سکتے تو اپنے ایمان و اخلاق کو تو محفوظ رکھ لیتے۔ مگر پیشوایان دین کی ناسمجھی و نااہلی سے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح روشنی و ہدایت میں نہ آسکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا قومی کیریکٹر فنا ہو گیا۔ قومی کیریکٹر ہر قوم کی زندگی میں اس کی سلطنت اور تمام مادی دولتوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر قیمتی ہوتا ہے۔ اس کے فنا ہوتے ہی آخرت پر ایمان عملاً کمزور ہوتا چلا گیا۔ اور احکام اسلام کے مقابلہ میں ہر موقع اور ہر مرحلہ پر منافع و مصالح کو ترجیح دینے کا مرض پیدا ہو گیا۔ اور وہ دنیا کی دوسری قوموں کی طرح ایک بے اخلاق بے اصول، بے مسلک، ناقابل اعتبار ابن الوقت مصلحت پرست اور اغیار و اذین کر رہ گئے۔ اس وقت توجہ ہونا تھا سو ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو جو کچھ بننا تھا وہ بن گئے مگر مصیبت اور بد بختی تو یہ ہے کہ آج تک ہمارے پیشوایان دین کو اپنے ایمان کی فکر نہیں۔ صحیح ایمان کی تعریف ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ مگر اپنے آپ کو ایماندار دیندار اور مجاہد سمجھے بیٹھے ہیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ سے ایمان کی صحیح تعریف سنئے۔ اور دیکھئے کہ کیا ہمارے رہنما اس ایمان کے مالک اور واقعی دیندار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچتے ہیں تصدیق قلبی

اُن سے دوستی کی۔ جن سے بہتری کرنی تھی ان سے دل اور جسم دونوں کے ساتھ بڑھ چڑھ کر تعلق قائم کیا۔ اور حق تعالیٰ کے دشمنوں کی ہر طرح حمایت کی۔ یہ دشمنان حق کے ساتھ دوستی ان کی حکومت کی حمایت، ان پر بھروسہ و اعتماد اور ان کے نظام کے ماتحت راحت و آرام اور حصول جنت کی خواہش مسلمانوں کو تباہ و برباد کر گئی۔

علیہ السلام یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ دنیا میں سب سے بڑا ظلم کیا ہے؟ اور فساد کس چیز سے پھیلتا ہے؟ قرآن حکیم نے شرک کو ظلم عظیم کہا ہے شرک کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو انسان میں ثابت کرنا۔ اور انسانوں کو خدائی منصب دے دینا یا منصب خود کو بھی دیا جاسکتا ہے اور زندوں کو بھی دنیا کو انہی

مردہ اور زندہ خداؤں نے ہمیشہ خراب کیا۔ اور آج بھی دنیا میں ظلم فساد پھیلا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفت مخصوصہ بھی نہیں کہ وہ برابر السموات والارض رازق، مالک، خالق، حاجت روا اور مشکک شہ ہے بلکہ اس کی سب سے بڑی صفت خالق اور آمر ہونا ہے۔ لہ الخلق والاحرار۔ پیدائش بھی اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا۔ یہ دنیا اسی کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں اسی کا حکم اور قانون بھی چلنا چاہیئے۔ یعنی حکمرانی اور قانون ساری خدا تعالیٰ کا حق ہے۔

سے سرور ہی زیادہ فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے

حکمران ہے اک وہی باقی بتان آذری

مغربی اہل فکر نے دنیا میں اٹھ کر اسلام کی اسی

بنیاد پر ضرب لگائی۔ اور خدا کو حکمرانی و قانون سازی سے محروم کر کے یہ منصب خود سنبھال لیا۔ اور انہوں نے حکمران و قانون ساز بن کر ساری دنیا میں ظلم و فساد پھیلا دیا۔ پس دنیا میں سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ انسان حاکم اور قانون ساز بن بیٹھا ہے۔ رہا فساد وہ کیسے پھیلا؟ یہ بھی سن لیجئے:-

اسلام نے اپنی ہدایت دینی کی بنیاد ایمان و عمل صالح پر رکھی ہے۔ اور عقلی حیثیت سے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ انسان کی عملی زندگی اس کے اخلاقی رویہ سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ مغربی تہذیب نے اس تعلق کو توڑ دیا اور جن انسانوں نے بھی مغربی تہذیب کو اختیار کیا ان کا اخلاقی فرض ضمیر فنا ہو گیا۔

چنانچہ مغرب کے اہل فکر نے حیات بعد الممات کا انکار کر دیا اس سے آخرت کا تصور زائل ہو گیا اور انسان کسی بالاتر ہستی کے سامنے جوابدہی کے خوف سے آزاد ہو گیا۔ وہ اپنے آپ کو ایک مطلق العنان ہستی سمجھنے لگا اور اب دنیا کے چالاک و سکار انسانوں نے آزادی و لطینان کے ساتھ خدا کے بندوں پر خدائی کو نام شروع کر دیا۔ اور اپنی عقل کو اپنا رہنما اور حیوانوں کو اپنا مادی سمجھ لیا

عقل انسان کو اس لئے ملی ہے کہ وہ مادیات میں اپنے نفع و نقصان کو پہنچانے، اپنے معلومات و خیالات پر تنقید کرے اور جزئیات سے کلیات بنائے۔ مگر وہ اپنا اخلاقی رویہ خود طے نہیں کر سکتی۔ ماورائے مادہ کیا ہے؟ اس کے متعلق وہ کچھ نہیں جان سکتی اور مرنے

کے بعد کیا ہوگا۔ عقل کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ اس لئے عقل کو ہدایت الہی کا پابند اور اجتماعی خواہشات و میلانات کا تابع ہونا چاہیے۔ مگر مغرب کے اہل فکر اور حاکموں و قانون سازوں نے عقل کو ان حدود سے متجاوز کر دیا۔ اور اپنی زندگی کی باگ ڈور اپنے نفس اور اندھے جذبات کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ اس سے انسانوں کی عملی زندگی میں فادھیل گیا۔

اب جب تک انسان خدا کے سامنے سرنگوں نہ ہو جائے اپنی زندگی قانون الہی کے مطابق نہ بنائے۔ خدا کے آخری

رسول پر ایمان نہ لائیں حیات بعد الممات کو نہ مانیں اپنی مطلق لغاتی سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اور اپنی عملی زندگی کو اسلام کے اخلاقی رویہ سے وابستہ نہ کریں دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ دنیا امن و راحت کو یونہی ترستی رہیگی۔ اور دنیا اسی طرح ظلم و فساد سے بھری رہے گی۔

کاش ہمارے علماء و صلیاء ہوش میں آئیں۔ اپنا فرض اور اپنی ذمہ داری کو نبھائیں۔ اور خدا کے سامنے سر بسجود ہو جائیں۔

قوم اور اس کے اسباب عروج

(ان محمد زبیر صاحب کو دھوی)

قوم کے ایک فرد کو بھی اگر ایذا پہنچائی جائے تو تمام قوم مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ آج تک کوئی ملک اور کوئی جماعت دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔ کہ خانگی اختلافات کی نہ غیروں میں پھنس کر پھر غیروں پر حکران ہو آئی ہو۔ گھر کا معمولی اختلاف بھی ساری قوم کی تباہی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ مولانا اسماعیل شہید کی تحریک کس لئے ناکامیاب ہوئی تھی؟ کیا حقیقتاً مخالفین نے ہی اس تحریک کو لیا بھٹ کیا تھا؟ کیا اس جماعت کی تباہی دشمنوں کے ہاتھوں سے ہوئی تھی؟ نہیں نہیں۔ کوئی بیرونی طاقت ان کو شکست کا باعث نہیں تھی۔ بلکہ اپنے گھر سے آدمیوں سے

دنیا کے تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے جہاں ایک قوم کے گرنے اور اس کی شکست کے اسباب ملتے ہیں وہیں دوسری قوم کی ترقی اور عروج کے سامان بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ زمانہ ماضی کی چھان بین کرتے ہوئے ہمیں قوم کی بلندی کے کئی وجوہ نظر آتے ہیں قوم اور اتفاق۔ تاریخ کی روشنی میں ایک تحریک یا ایک جماعت کی کامیابی کے لئے جتنی ضرورت اتفاق اور آپس میں بھائی چارہ کی ہے اتنی اور کسی چیز کی نہیں۔

آج تک وہی قوم پروان چڑھتی آئی ہے۔ جس قوم کا ایک فرد دوسرے فرد کو بھائی سمجھتا ہو۔

اپنی قوم اور اپنے مذہب کو چند چاندی کے سکوں کے بدلہ میں فروخت کر کے اسمعیل۔ قوم کا صحیح جذبہ رکھتے والے اسمعیل کی جماعت کا نام و نشان مٹا دیا۔ ایک طرف تو مولانا کی رفاقت کا دم بھرتے رہے۔ اور دوسری طرف دہ پردہ سکھوں سے ساز باز رکھی نہ نتیجہ ہوا کہ گھر کی خفیہ دشمنی نے ایک خالص اسلامی تحریک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

شاہ ہمایوں کی شکست بھی اپنوں کی غدار ی کے باعث ہوئی تھی۔ ہمایوں نے اپنے بھائی کو حقیقی معنوں میں بھائی سمجھ رکھا۔ بھائیوں کی طرح اس کے ساتھ پیش آتا رہا۔ بھائی کو اپنا دایاں بازو سمجھتا رہا۔ مگر یہ ہمایوں کی غلطی تھی۔ وہی بھائی اس کا چھپا ہوا اعلیٰ درجہ کا دشمن تھا۔ ادھر ہمایوں کا اعتبار بھائی پر جما ہوا تھا۔ ادھر بھائی شیر شاہ سے معاہدے کر کے دشمن کی مدد کرتا رہا۔ ثمرہ یہ ہوا کہ ایران میں جا کر کہیں ہمایوں کو سر بھپانے کی جگہ ملی شکست کی کیا وجہ تھی؟ شیر شاہ کی فوجی اور مالی طاقت کی زیادتی نہیں تھی۔ بلکہ اپنے بھائی کی مخالفت کا دفرما تھی۔

ایک نہیں دو نہیں۔ بلکہ آپ کو ہزاروں مثالیں ایسی ملیں گی۔ جن کو دیکھتے ہوئے آپ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ قوم کی حیات کے لئے اتفاق و اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ یہ چیز ایک ایسی نلہ ہر دہا ہر جہ کے لئے کسی حجت کی ضرورت ہے نہ دنیا کی۔ اسی چیز کی اہمیت کو مد رکھتے ہوئے اللہ

تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ لا تفتشلوا الایہ یعنی ہر کلمہ کو پر یہ ضروری ہے کہ دوسرے مسلمان کے ساتھ اخوت اور برادری والا معاملہ برتتے۔ یہ تھا یہ حکم جس کو خالق کل نے فرمایا اور سینے والوں نے سنا۔ سمجھا اور عمل کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اسلام کو دن بدن ترقی ہونے لگی۔ فتح اور کامیابی پاؤں چومنے لگی۔ یہ اتفاق کی برکت تھی کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے تمام دنیا پر چھا کر حکم خداوندی پہنچایا جس طرف جاتے تھے کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی تھی۔ برطانی بڑی مضبوط اور مستحکم سلطنتیں نام سن کر تھراتی تھیں آخر اس فتح کا کیا سبب تھا؟ کیا مسلمانوں کے پاس کوئی ایٹم بم تھا۔ کیا انہیں کسی توپ خانہ کی مدد حاصل تھی؟ نہیں ہرگز نہیں؟ کوئی مادی طاقت باعث فتح نہ تھی۔ فوج کی کثرت بھی نہ تھی۔ جدید زمانہ کے آلات بھی ناپید تھے۔ اگر کوئی چیز تھی اتحاد تھا۔ ایک مسلم دوسرے مسلمان کو بھائی سمجھتا تھا۔ اس کی عزت کو اپنی عزت اور اس کی ذلت کو اپنی ذلت خیال کرتا تھا دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا تھا۔ اور دوسرے کے نفع کو اپنا نفع

دوسرے مسلمان کو صرف ہم مذہب ہونے کی نظر سے ہی نہیں دیکھتا تھا بلکہ اپنے عزیز و اقارب حتیٰ کہ اپنے وجود سے بھی اسے مقدم سمجھتا تھا۔ مسلمانوں کا طرز عمل یہی رہا۔ فتح پر فتح نصیب ہوتی گئی۔ جگہ جگہ اسلام کا جھنڈا اہلرنے لگا۔ ہر جگہ پر اسلامی قانون کا نفاذ ہوا۔ مندروں اور گرجوں کی جگہ مسجدیں تعمیر

نہیں۔

مگر افسوس یہ حالت ہمیشہ کے لئے نہیں رہی مسلمان
نے قرآن کے سبق کو بھلا کر شروع کیا۔ وہ قانون
جس قانون سے انہیں فتح و نصرت نصیب ہوئی تھی
اسی قانون کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ قرآنی تعلیم
کی وقعت ان کی نظر سے اٹھتی چلی گئی۔ اتحاد کے
قانون کو پس پشت ڈال کر اختلاف کی دلدل میں
پھنس گئے۔ اپنا نفع اخوت کی بجائے عداوت اور
دشمنی میں سمجھنے لگے۔ ادھر ان کا یہ رویہ ہونا ہی تھا
کہ افلاس و غربت نے آکر پیچھا کیا سلطنت و حکومت
کی بجائے غلامی اور فقیری آنے لگی۔ عروج اور ترقی
کی بجائے تنزل میں ترقی ہونے لگی۔ سب کچھ ہوتا رہا
مگر مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس تک نہ ہوا۔

آخر ایک وہ دن بھی آیا کہ مسلمانوں کی بہو نہیں
مسلمانوں کی حکومت و بادشاہی مسلمانوں کے معاہدہ اور
مقدس مقامات دشمنوں کے ہاتھ آئے۔ وہی مسجدیں
جہاں نمازیں ادا کی جاتی تھیں وہاں گھوڑے اور
چھر باندھے گئے۔ وہی اسلامی مدارس جہاں قال اللہ
قال الرسول کی آوازیں گونجا کرتی تھیں۔ وہاں
تھمپٹروں اور سیناؤں کی عمارتیں کھڑی کی گئیں دشمنوں
نے ہماری خانگی و دشمنی کو غنیمت سمجھ کر من مانی کارروائی
کی۔ آخر اس تبدیلی کی کیا وجہ تھی مسلمانوں کی حالت نے
اچانک اتنا بڑا پلٹا کیوں کھایا۔

یہی صرف یہی وجہ تھی کہ بھائی بھائی کا دشمن ہو
کیا تھا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیسا

ہو گیا۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی طبائع
بھی بدلتی شروع کر دیں تھیں۔

آج تک ایسے ہی ہے اور رہے گا۔ مسلمانوں نے
اپنی عادات کو بدلانا خدا نے ان کی حالت تبدیل کی۔
میرا دعویٰ ہے کہ مسلمان آج بھی اگر بھولے ہوئے
سبق کو یاد کریں، اور اتحاد جیسے زریں آئین کو
قابل عمل بنائیں تو اب بھی ان کی حالت سدھر
سکتی ہے۔ غریبی کی جگہ امیری اور غلامی کی جگہ
کر سکتے ہیں مسلمانوں کی کئی ہوئی عزت و اکبر و مسلمانوں
سے چھینا ہوا ملک اور تخت آج بھی واپس آ سکتا ہے
بشرطیکہ مسلمان ایک ہو جائیں۔ اختلاف و بغض کی
گہری خلیج کو دور کر دیں۔ ورنہ تو کامیابی ممکن ہے اور
نہ ہی حکومت مل سکتی ہے۔ بلکہ دن بدن گمراہی کے قریب
اور ہدایت سے دور ہوتے جائیں گے۔

(باقی پھر)

حب رسول

مولانا محمد امین صاحب بھنگوی نے اس میں ان حالات کو
مستقل طور پر لکھا ہے جن میں حب محبوب کا اندازہ عشق
معلوم ہوتا ہے۔ عاشقوں کے چیدہ چیدہ حالات اور چیدہ
چیدہ اشعار و مندرج ہیں۔ یہ کتاب واقعی محب رسول کے
لئے پاس رکھنا ضروری ہے۔ دیکھو کہ وہ میں بند کر دیا
گیا ہے دیکھتے سے تعلق رکھتی ہے غم گرنے سے پہلے
رکھنے کے لئے دل بڑا شبنم نہیں کرتا۔ قیمت ۲۰

لئے کا پتہ:- میجر سہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

مسلمانوں کا اصول حیات

(از مولانا نذیر الحق صفا قادری)

کنارہ کش ہیں زمانہ میں یہ افوت سے بھرے ہوئے ہیں دماغ ان کے کبر و نخوت سے
نہ کام نہ رحم سے ان کو نہ کچھ محبت سے غرض اگر ہے تو ہے باہمی عداوت سے
خدا کے دین کو فرقتے سمجھ کے فسق کیا
جو اتحاد کی کشتی تھی اس کو غرق کیا

یہ قانون الہی کے مطیع و منقاد بن کر امت مسلمہ بن جائے
لشت و افتراق کو اپنے اندر پیدا نہ ہونے دو
اور دنیا سے تمام ظالمانہ و فسادانہ غیر اسلامی نظامات
کو مٹا کر اپنی متفقہ جدوجہد اور قریاتوں سے اسلام
کا عادلانہ و صلحانہ پروگرام نافذ کر دے یہ ہے مسلمانوں کا
اصول حیات جس کو وہ صدیوں سے بھولے ہوئے
ہیں اور اپنے اصولوں کو چھوڑ کر غیر اسلامی افکار
و اعمال اختیار کر کے دنیا میں خراب و خستہ، ذلیل و نامکام
اور اغیار کے غلام و محکوم ہیں

اسلام مسلمانوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خود اللہ کی
غلامی و عبدیت اختیار کر کے اللہ سے پھرے ہوئے
بندوں کو خدا کی عبدیت کے فائز سے میں لے آئیں
انہوں کی حکمرانی و قانون سازی ختم کر کے خدا کی
حکومت کا تختہ جلال بچھلائیں اور دنیا میں عدل و
انصاف بیگی و تقویٰ اور امن و راحت کا دور و دور
کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا یہ عظیم الشان مشن محض
دوس و تدبیریں، ادعویٰ و نصیحت اور تحریر و تقریر سے

اسلام دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں جیسے
مذہب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو اتحاد و دہشت
سے مکمل طور پر شکست کھا چکے ہیں۔ ان کے صرف
نام ہی نام باقی ہیں۔ اور حقیقت غائب، بلکہ وہ
ایک دائمی، ابدی اور عالمگیر مذہب ہے یعنی بنی
نوع انسان کے لئے ایک مکمل نظام حیات ہے دنیا
کے دیگر مذہب صرف چند عقائد و اعمال اور مخصوص
اخلاق و رسوم کا مجموعہ نہیں۔ ان کو دنیا کے نظام ہائے
تمدن سیاست سے کوئی سروکار۔ وہ اپنے پیروں
کو چند عقائد و اعمال دے کر آذادی دے دیتے ہیں
کہ دنیا کے معاملات و مسائل اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق
جس طرح چاہیں سرانجام دیں، اور جس نظام کے
ماتحت چاہیں آدم کی زندگی بسر کریں۔ لیکن اسلام
اپنے دامن حیات میں دینی و دنیوی دونوں قسم کی
دہائیاں رکھتا ہے۔ وہ اپنے پیروں سے مطالبہ
کرتا ہے کہ اپنی پوری کی پوری زندگی میرے احکام
و ہدایات کی پیروی کے لئے وقف کر دو۔ کلی طور

اگر انہوں نے مسلمان بن کر اور قرآن ہاتھ میں لے کر ہی سب کچھ حاصل کیا تھا تو اس کی کیا وجہ کہ وہ وہ آج مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہوئے اور قرآن پر ایمان لاتے ہوئے بھی رو بہ انحطاط اور خائب و خاسر ہیں۔

دنیا والے حیران ہیں کہ اہل عرب کیوں کر تھوڑی سی مدت میں ساری دنیا پر چھا گئے۔ یہ کیا بات تھی؟ کوئی سحر تھا یا جادو، لیکن کچھ نہ تھا صرف اسلام کے اصول و قوانین کی پیروی کا ایک لازمی نتیجہ اور ان کی کوشش تھا جو اقوام عالم نے دیکھا اور حیران و مبہوت ہو کر رہ گئیں۔

صحابہ کی ترقی اور کامیابی کا راز | سنئے اور غور سے سنئے

کہ دنیا کے ادنیٰ برحق پیشوائے اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام کی صحیح دعوت رکھی، مقتضیات ایمان کو واضح کیا، اور اسلام کے لئے جان و مال قربان کر دینے کا درس دیا۔ ان سعید الفطرت انسانوں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اسلام کی دعوت کو قبول کیا، مقتضیات ایمان کو سمجھا اور سمجھ کر ان کو پورا کیا، اپنا مقصد حیات بن نشین کر لیا، سب مل کر بھائی بھائی اور ایک مقدس جماعت بن گئے، اس مقدس جماعت نے دین حقہ کے قیام و استحکام اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اعلیٰ کلمۃ الحق کو اپنی زندگی کا واحد مقصد بنا لیا اور اس پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

تو پورا نہیں ہو سکتا اس کے لئے ایک نصب العین، نظام جماعت، امیر، اطاعت اور قربانی کی ضرورت ہے ان چیزوں کا مسلمانوں میں نشان تک نہیں، اس اسلامی مسلک و نظریہ کی طرف علماء و مشائخ کی توجہ ہے اور نہ عوام کی، عوام و خواص سب کے سب اپنے اصول حیات کو بھولے ہوئے ہیں، اگر کوئی اللہ کا بندہ ان کو رجوع الی الاسلام کی طرف دعوت دے تو ناک بہوں چڑھاتے، کاٹنے کو ڈرتے، طرح طرح کے جیلے بہانے کرتے، نامعقول غدر ترانے اور راہ حق سے کترا جاتے ہیں، بتلائیے یہ مسلمانوں کی مذہبی موت نہیں تو اور کیا ہے۔

دقت کی سب سے بڑی ضرورت | ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بار

بار ان کے نصب العین اور اصول حیات کی طرف دعوت دی جائے اور ان کی مردہ رگوں میں اسلام کا خون حیات دوڑایا جائے، تاکہ وہ پیدا ہوں۔ اسلام کی راہ راست کی طرف آئیں اور اسلام کی برتری و مسلمانوں کی بہتری کا سامان ہو۔ ان گذارشات کا یہی مقصد ہے، اس دقت مسلمانوں کو سب سے پہلے اس چیز کو سمجھنا اور پھر عمل میں لانا چاہیے کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ عرب کے جاہل، وحشی اور غیر متہد بہ دھم خاک سے اٹھ کر افلاک پر جا پہنچے تھے، جو سب سے بدتر تھے وہ سب سے بہتر ہو گئے، جو کچھ نہ جانتے تھے سب کچھ جان گئے، اور دلائل کی فائز المرامیوں و شادکامیوں کے مالک بن گئے

جمعیت قائم تھی، یہ ایک رُخی، ایک رنگی اور ایک نگہی ہی ان کی تمام کامیابیوں اور ترقیوں کی ضامن تھی۔

حیات قومی کا ایک نہیں اصول یہاں تکمیں

کے متعلق جو کچھ عرض کیا ہے یہ سب کچھ قرآن پاک کی ایک آیت میں پنہاں ہے جو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے سامنے ہے۔ مگر مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ وہ یہ ہے۔

اَيَقْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَنفَرُوْا رِيْبِهِ دِيْنًا كَوَقَّامٍ كَرُوْا
اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

خدا نے قدوس نے ہمارا نام مسلم رکھا تھا، ہمیں امت واحدہ بنایا تھا اور ہمارے ہاتھ میں کتاب مبین ہے کہ کہا تھا کہ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا** مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسی کو پکڑ لو یعنی اپنے تمام افکار و اعمال کو چھوڑ دو، اللہ کے سپاہی اور دین کے علیہ دائرہ حامل قرآن بن کر دنیا میں پھیل جاؤ نیکی کو قائم کرو وبری کو مٹاؤ۔ اعلیٰ کلمۃ الحق کرو۔ ادیان باطلہ کو مٹا کر دین حق کو غالب اور بلند کرو۔ اور ان فرائض کی سر انجام دہی میں غفلت و کوتاہی اور اختلاف نہ کرو۔

اسی چیز کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:
اَنْ تَنْصُرَ اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ کی اس مدد کا نتیجہ ہوگا:
وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور وہ تمہیں ثابت قدم کیلگا
یعنی تم ایمان باللہ کے جذبہ صادقہ اور اعمال صالحہ

انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کے علم و عمل کے سانچے میں ڈھال لیا۔ اپنے اندر اسلامی سیرت و کردار اور ایمانی اوصاف و خصائص پیدا کر لئے۔ اپنے دل و دماغ، جسم، جذبات اور احساسات کو اسلامی رنگ سے رنگین بنایا۔ نتیجہ یہ کہ انہوں نے دنیا سے جہالت و گمراہی کی تاریکی کو دور کیا۔ دنیا کے سامنے حیات افروز، مسرت افزا اور حفاظت نواز اصول و قوانین چھوڑے۔ فتح و اقبال نے ان کے قدم چومے۔ دولت و حکومت ان کی لوہڑی بن گئی۔ اور اپنی حکمت و دانائی، تہذیب و اخلاق اور پاکیزگی اعمال سے تمام انسانوں کے قلوب کو فتح کر لیا۔

یہ سب کچھ کیوں تھا؟ اس لئے کہ وہ اپنے اندر ایمان و عمل صالح کی صمیم روح رکھتے تھے۔ اپنے اصول حیات پر قائم تھے، مومن تھے، مجاہد تھے منظم تھے، متحد تھے، دین الہی کی جبلتیں کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ اپنی مرکزیت سے وابستہ تھے، ذاتی، خاندانی، قبائلی، قومی اور ملکی اعراض و مفاد کے بتوں کو پاش پاش کر کے صرف حق پرستی کو اپنا شعار بنایا تھا۔ وہ سب کے سب ایک جسم اور ایک جان تھے۔ ان میں مذہبی سیاست کی تفریق نہ تھی۔ اس لئے مذہبی فرقہ بندیوں تھیں اور نہ سیاسی گروہ بندیوں سب کے سامنے ایک مقصد حیات، ایک مسلک و نظریہ، ایک روشن حیات، اور ایک مرکز تھا۔ سرشتہً ملطعم بہ قرار تھا۔ اور ان کی

کی برکت و قوت سے دنیا کے تمام دشمنانِ دین کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو گے، کفار، مشرکین اور فاسق و فاجر کی دشمنیاں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی تمہارے تہذیب و تمدن اور مذہب و اخلاق کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور ان کے تمام مادی ساز و سامان تمہارے مقابلہ کے لئے، سچ ثابت ہوں گے بشرط صرف یہ ہے کہ ہم خدا کے دین کی حمایت و اشاعت اور حفاظت و بقا کا حق ادا کریں اور اس طرح جب ہم اللہ کی مدد کریں گے تو وہ یقیناً ہماری مدد کرے گا۔ اس کی مدد کے معنی یہ نہیں کہ وہ تمہیں فی الارض کا وعدہ پورا کرے گا۔ اور دشمنانِ حق و صداقت ناکام و نامراد رہیں گے۔

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے احیاءِ اسلام اور حیاتِ قومی کا یہ گہرا اور اصولِ نکل آیا کہ دنیا کے تمام مسلمان اتفاق و یک جہتی کے ساتھ دین کے قیام و استحکام کو اپنا فریضہ حیات جانیں حق کی نشر و اشاعت میں ہر حال سرگرم عمل رہیں۔ اپنے اندر پھوٹ نفاق، ریاکاری، سستی، غفلت، آرام طلبی اور سہولیت پسندی نہ آنے دیں۔ اور ہر طرح اپنی جمعیت و مرکزیت کو قائم و برقرار رکھیں۔ خلاصہ یہ کہ استحکامِ دین اور نشرِ حق میں مسلمانوں کی زندگی اور ترقی و تنظیم کا راز مضمر ہے۔ اور ان فرائض کی انجام دہی کے لئے ہمیں اتفاق و اتحاد و اتفاقِ لازمی۔

مسلمانوں کا اپنے اصولِ حیات سے انحراف اس کے

پاسِ قرآنِ پاک، اسوۂ نبوی اور خلافتِ راشدہ کی تاریخ موجود ہے۔ اور یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ ثابت اور روشن ہے کہ امتِ مسلمہ کا کام پورے اتفاق و اتحاد کے ساتھ اقامتِ دین کا مقصد مل جل کر اور نہ اتحاد و اتفاقِ مسلمان اپنا مقصد حیات اور اس کے حصول کا اسلامی طریقہ بھول گئے اور دین کی جگہ "قوم" اور "وطن" نے لے لی۔ اور اقامتِ دین کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کتاب و سنت کو پس پشت رکھ کر ائمہ کفر و ضلالت کے افکار و اعمال اختیار کر لئے، اپنی تحریک کو چھوڑ کر خدا کے باغیوں کی چلائی ہوئی تحریکوں کی علمبرداری کو خدمتِ اسلام کا نام دے دیا۔ اسلامی نظام کے قیام سے جان چمکا کر کافرانہ نظاموں کے ماتحت آرام کی میٹھی نیند سونا اور زمانہ کی ٹھوک سے بیدار ہو کر حقوق کی بھیک مانگنا سیکھ لیا۔ دین سے بے پرواہ ہو کر دنیا پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ اسلام کے تمام اوامر و نواہی کو متروک و کالعدم کر دیا۔ جب جاہ اور تمنائے دولت نے اسلام و ایمان کے دعویٰ کے باوجود ان کو اسلام کا باغی بنا دیا۔ ملازمتوں، عہدوں، خطابوں، امیر بھوں، طول جائیدادوں اور دنیاواتوں کے عشق کے عشق نے علمبردارانِ اسلام کی زندگی سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسلامی سیرت و کردار و مہمناہ و صفات و خصائص کو نکال دیا۔ جن کو اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہیئے تھا وہ پیٹ کے لئے کافروں کے خادم بن گئے۔ اور کافروں کی سلطنتوں کے

میں آتے بھی نہیں تو کفار کی سیاست کی تقویت کا سامان کرتے ہیں۔ اسلام کا نام لے کر فساد و فحشا اور بے دینیوں کی قیادتوں کو مسلمانوں کے سر چڑھاتے ہیں۔ نوابوں اور خان بہادروں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اور بے دینی کی حفاظت و بقائیں اپنی تحاریر اور تقاریر کی قوتیں صرف کرتے ہیں۔

رہے سیاسی لیڈر و رہنما وہ قوم اور وطن کے لئے وہ ساری خرابیاں اور گمراہیاں جن کو اسلام مٹانا چاہتا ہے مسلمانوں میں اسلام کا نام لے لے کر پھیلا رہے ہیں۔ قوم کو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ میدانِ بد اخلاقی اور انتشار و لامرکزیت کے جہنم میں جھونک رہے ہیں۔ قومی مفاد کے نام پر اپنے ذاتی یا خاندانی مفاد حاصل کر رہے ہیں۔ کام اپنا بناتے ہیں۔ اور نام مسلمانوں کا لیتے ہیں انگریزوں اور ہندوؤں سے لڑنے کا دم بھرتے ہیں مگر سوائے مسلمانوں کے نہ انگریزوں سے لڑتے اور نہ ہندوؤں سے مسلمانوں کو لڑانے کے لئے آستینیں چڑھاتے ہوئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور قوم کے درد میں سوکھ سوکھ کر ہاتھی بنے جا رہے ہیں۔

قرآنی تعلیم فطرت اور ہمارے رہنماؤں کی بے لادری
کاش ہمارے مذہبی و سیاسی رہنما کبھی ٹھنڈے دل سے سوچتے اور سمجھتے کہ ہماری تہذیب کی بربادی کیوں ہوئی؟ اور مغربی تہذیب کو فائز کئے گھاٹ کی طرف کون سی چیز لے جا رہی ہے؟ اگر وہ یہ سوچتے اور

قیام و استحکام پر اپنا جان و مال چنباؤ کرنے لگے خدا کے بندے فرعونوں اور قارونوں کے بندے بن گئے خدا کی عظمت و کبریائی کے قائل و نمودوں کے جاہ و جلال کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اور اس طرح مسلمانانِ عالم پر مذہبی موت طاری ہو گئی۔

اسلام کی براہ راست انحراف کا نتیجہ نتیجہ یہ ہے مذہب

و سیاست میں تفریق ہو گئی۔ مذہب کو ہمارے علماء و مشائخ سنبھال کر اپنی اپنی مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں جا بیٹھے، اسلام کو صرف توحید و نبوت کے رسمی و سطحی مفہوم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح و طلاق، اخلاقی ہدایات، اجتہاد بکابر کے مواظف اور قال اللہ قال الرسول تک مشائخ نے چلوں۔ مراقبوں، ضربوں، درد و وظائف، اذکار و اشغال، قوالیوں اور عرسوں تک محدود و محصور کر دیا۔ ان چند عقائد و اعمال سے آگے ہمارے علماء اور صوفیا کا اسلام جا ہی نہیں سکتا۔ وہ ان چیزوں کے علاوہ دین کی بنیادی چیزوں اور ایمان کے حقیقی مقتضیات کو سوچ اور سمجھ ہی نہیں سکتے نہ نماز روزہ اور اصلاح نفس کے علاوہ اور کئی مذہبی کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ ان کی سکون دعا و نیت پسندی، آرام طلبی، پست ہمتی اور خود قناری دین حق کو دبائے بیٹھی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو ابھرنے نہیں دیتی جو علماء و مشائخ مدرسوں، مسجدوں، حجروں اور خانقاہوں سے نکل کر میدانِ سعی و عمل

سمجھتے نہیں۔ ان کو ایکش بازی اور حصول اقتدار کی جنگ سے اتنی فرصت ہی کہاں ہے جو قرآنی حقائق و معارف سمجھنے کے لئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کوئی وقت نکال سکیں۔ تو کیا اگر ہمارے رہنماؤں کا دماغ لمبی تان کر سو جائے تو ہم بھی اپنے دماغ کو سوتا رہنے دیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہمیں خود بیدار ہونا اور ان کو جگانا چاہیئے۔

قرآن حکیم ہمیں یہ نقطہ سمجھاتا ہے کہ جو نظام تہذیب و سیاست ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالآخرت حق و صداقت عدل و انصاف اور اخلاص و ایثار سے محروم ہو اور وہ انسانوں کی آسائش کے سامان ہبیا کر لینے کا دعویٰ کرے۔ وہ نظام انجام کا مبرا باد ہو جاتا ہے۔ اسی حرومی نے مسلمانوں کی تہذیب و سیاست کو خاک میں ملایا۔ اور یہی چیز روپی تہذیب و سیاست کو بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اب جس رہنما کی بصیرت کی آنکھیں کھلی ہوں وہ دیکھ لے کہ وہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر جس تہذیب و سیاست پر مراجارہا ہے۔ وہ کس طرح موت کے منتظر میں گھڑیاں گن رہی ہے۔ مگر آہ! ہمارے لیڈروں کے پاس یہ نظر کہاں۔

یورپ کے نظام تمدن کی بنیاد اس غلط فکر پر تھی کہ بس یہی طبیعی زندگی ہے۔ اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور اس طبیعی زندگی کی کشمکش صرف خام جی قوتوں سے ہے۔ ہمارے مذہبی دیاسی رہنماؤں نے اسی تہذیب و تمدن کو اختیار کر رکھا ہے۔ اس لئے

وہ قرآن کی ہدایت و رہنمائی سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔ ان کے استغناء کو چھوڑیئے۔ اور قرآن سے ہدایت و رہنمائی حاصل کیجئے۔ سو قرآن حکیم ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ انسانی زندگی کی کشمکش کا علاج ہدایت الہی سے بے نیازی اور حقائق سے چشم پوشی نہیں بلکہ احکام خداوندی کے مطابق ان کا مردانہ و امثالہ کرنے میں ہے۔ طبیعی زندگی کی کشمکش کے لئے تفسیر فطرت ضروری ہے۔ اور اندرونی کشمکش کے لئے انسانی خودی کا استحکام اور اخلاقی عروج و ارتقاء لازمی قرآن ایک ہی پرتو گرام کے ماتحت داخل اور خارج دو دونوں قوتیں انسان کو اس کے صحیح نصب العین کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور قرآنی احکام و قوانین کی پیروی اندرونی و بیرونی دونوں کشمکشوں سے فائز المرامی کے ساتھ نجات دلاتی ہے۔

مگر ہمارے رہنماؤں کا حال یہ ہے کہ ان کے یہاں مردست قرآنی ہدایت، اخلاق اور اصول کوئی چیز نہیں۔ وہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں تقاضے سے چشم پوشی میں اپنی قیادت و رہنمائی کا کمال سمجھتے ہیں۔ ان کے تمام اقوال و افعال محض سطحی ہیں۔ وہ صرف بات، مقالات اور تقاریر کے ذریعہ غرور رہنا اور شرفی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی فریب میں اپنی قوم کو بھی مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔

عوام کو چاہیئے کہ اگر ان کے رہنما اپنے اصول حیات کو اور اسلام کی راہ راست کو اختیار نہیں کرتے تو نہ کریں۔ قیامت کے دن آپ اپنے کئے کی سزا

اصول حیات کو سمجھنا چاہیے۔ بس یہی ان ناچیز لذائذات کا نشاء ہے۔ والسلام۔

بھگت لیں گے لیکن عوام کو ضرور اسلام کی دعوت اسلام کی سیاست، اسلام کی رہنمائی اور اپنے

عہدِ حاضر کے دو فتنے

مفادِ قومی اور مادرِ وطن

(از مولانا نذیر الحق صاحب قادری)

بگڑ جائیں۔ اور خواہشات و واجات کی اندھا دھند پیروی شروع کر دیں۔ چنانچہ گمراہ اور مغضوبِ ضال قومیں یونہی اللہ کو بھلاتی اور تباہ و برباد ہوتی رہیں اس طرح اللہ کو پہلانے کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ احکامِ الہی سے روگردانی کرنے والی قوم اپنے آپ کو بھول جاتی ہیں۔ یعنی ہدایتِ الہی اور شریعت کی صحیح روح کھو کر مذہب کی ظاہری اشکال و مراسم کو سب کچھ سمجھ لیتی ہیں، ظاہری تقاب پر اکتفا کر بیٹھتی ہیں۔ اور ایمان و عمل صالح سے واقعی بہرہ و نہیں ہوتیں۔

خدا کو فراموش کر دینے والی قومیں ایمان بالہٰ اللہ ایمان بالرسول ایمان بالکتاب ایمان بالملائکتہ اور ایمان بالیوم الآخر کا دعویٰ یہود و نصاریٰ کی طرح کرتی ہیں۔ مگر یہ ایمان محض رسمی سطحی زبانی جاپلانہ اور شرک و بدعت سے لوث ہوتا ہے۔ اور قلب و روح میں حقیقت ایمان نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو یہ بھی جانتے تھے کہ ہم انسان ہیں اور ملت

قرآن حکیم نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ملت مسلمہ کو بیدار و متنبہ کر دیا تھا کہ:-

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
انہوں نے ایمان والوں کو ان لوگوں کی مانند ہو جانے کی تلقین کی کہ اللہ کو بھلا دیا۔ سو وہ اپنے نفسوں ہی کو بھول گئے۔

یعنی اہم ماضیہ کی گمراہی و بربادی کا بنیادی سبب یہ ہوتا رہا کہ انہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا۔ اللہ کی فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔ اللہ کو بھلا دینے کا مطلب یہاں یہ نہیں کہ

انسان واقعی طور پر اللہ کو بھول جائیں بلکہ مطلب

یہ ہے کہ وہ توحیدِ رسالت اور ایمان و عمل صالح کی صحیح روح یعنی علم و فہم اور اس پر عمل کھویں احکامِ الہیہ سے انحراف و روگردانی کرنے کے مختلف جیلے بہانے اور تاویلات و عنذرات گھڑیں ان کے عقائد و افکار میں شرک و بدعت کے جراثیم داخل ہو جائیں۔ عبادات کو رسم بنالیں۔ اخلاق

کی حقیقت کو کم کر دیا اور اپنے آپ کو اس طرح بہلایا اپنا نصب العین اور اپنا پروگرام چھوڑ کر دوسری قوموں کے نصب العین اور پروگرام اختیار کر لئے۔

دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی یہ بھی ایک قوم بن کر رہ گئے۔ وہی کچھ کرنے لگے جو دوسری قومیں چلنے اپنے پاس کوئی مکمل الہامی ضابطہ حیات اور قانون ہدایت نہیں رکھتیں اس لئے مجبور ہیں کہ اپنے سیاسی و تمدنی مسائل اپنے ذاتی علم و تجربہ کی روشنی میں طے کریں اور اپنی زندگی کے نظام خود بنائیں۔ مگر یہ ہمارے قائدین کرام کو کیا ہوا کہ یہ بھی اسلام جیسا مکمل نظام حیات اور جہانی نظریہ رکھتے ہوئے دوسری قوموں کی طرح بین الاقوامی تعلقات اور سیاسی معاملات اپنے ذاتی علم و تجربہ اور صوابدید کے مطابق طے کرنے لگے۔ یہ ہے مسلمانوں کی خدا فراموشی و خود فراموشی۔

موجودہ دور سیاست میں جو مشکلات اور الجھنیں مسلمانوں کو پیش آ رہی ہیں ان کی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان میں ہندو مسلمان آٹھ نو سو سال سے اکٹھے رہتے چلے آ رہے ہیں مگر ان میں ہمہ قرب و اختلاط مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کی اساس سے بیگانہ۔ ان کے ذہنی احساسات اور قلبی رجحانات سے نا آشنا اور ان کے مذہب کے بنیادی اصولوں تک سے بے خبر ہیں۔ گاندھی جی اور جواہر لال نہرو اسلام سے قطعاً نا آشنا

ابراہیمی پر ہیں۔ یعنی خدا کو بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت یافتہ قوم خدا کو مانتے ہوئے ایمان اور عمل صالح کی جامع روح و حقیقت کھودے اور اپنے آپ کو بھولنے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنا مقصد حیات اور فرائض زندگی بھول جائے مگر وہ قوموں کا سب سے بڑا اور پرانا مرض یہ خدا فراموشی اور خود فراموشی ہے۔ اب جس کا جی چاہے وہ قرآن میں دیکھ لے کہ کسی طرح قوموں نے خدا کو بھلا کر اپنے آپ کو بہلایا۔

قرآن پاک نے انہی معنوں میں ہمیں بھی بیدار و ہشیار کیا تھا کہ اے ایمان والو تم بھی اپنی قوموں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بہلایا۔ نتیجہ یہ کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے، ضرورت ہے کہ عہد حاضر کے ذلیل و خوار اور غلام و محکوم مسلمان غور و فکر کریں اور سوچیں کہ کہیں ہم بھی خدا فراموشی اور خود فراموشی کے مرض میں تو مبتلا نہیں ہو گئے یہ ایک بڑی تلخ اور ناگوار حقیقت ہے کہ مسلمان بھی واقعی خدا کو اور اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہیں۔ خدا کو اس طرح بہلایا کہ خدا کی ذات صفات کا صحیح اسلامی تصور ان کے دل و دماغ سے نکلی گیا، توحید کی روح رخصت ہو گئی، شرک پیدا ہو گیا۔ جو اوصاف خدا کے ساتھ مخصوص تھے وہ مسلمانوں نے اپنی ناسمجھی سے بادشاہوں، حاکموں، مذہبی پیشواؤں اور سرمایہ داروں کو دے دیئے، الوہیت، ربوبیت، عبادت اور دین

ہیں اس لئے وہ مسلمانوں کی صحیح اسلامی پوزیشن سمجھنے سے معذور ہیں، مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ خود ہمارے ممتاز اکابر تک اسلامی دعوت اسلامی نصب العین، اسلامی مسلک اور اسلامی نظریہ سے ناواقف ہیں، یعنی وہ قرآن کے حقائق و معارف، احادیث کے اسرار و رموز، عقائد و کلام کی بحثیں، فقہی مسائل اور کتب علمی و خوب جانتے ہیں، مگر قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ نہیں جانتے کہ عصر حاضر کے تقاضے ہیں، دنیا کی سیاست کس بیج پر چل رہی ہے، نظام کارکن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، منصب، امانت پر کون فائز ہے، الچ نظام کس کس طرح مسلمانوں کو الحاد و دہریت کی طرف لے جا رہے ہیں، اور اسلام ان تحریکوں کے مقابلہ میں ایک تحریک کی حیثیت سے کیوں کر غالب آسکتا ہے؟

ہمارے آزادی پسند اور قوم پرست رہنما نیک نیتی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی بہتری ضرور چاہتے ہیں، اور اپنی اپنی سمجھ اور بساط کے مطابق سب کچھ کر رہے ہیں، لیکن روزیہ ہے کہ ان اللہ کے مخلص اور مجاہد بندوں کے سامنے اسلام کا کل اور صحیح تصور نہیں وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ناز پر ڈھنے، روزہ رکھنے، حج کرنے، زکوٰۃ دینے، درود و وظائف پڑھنے، مدرس کے قیام، خانقاہوں کے پروگرام، مساجد کے اہتمام اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے نہ روکا جائے

ان کو ذریعہ بفر کی اجازت دے دی جائے، مساجد کے سامنے باجہ بجانے سے دوسروں کو روک دیا جائے اور ان کو مباہلے و مناظرے کرنے کی کھلی اجازت دے دی جائے جو حکومت یا جو قوم ان چیزوں کی حفاظت کا انہیں پروا نہ دے وہ سمجھتے ہیں بس اب ہمارا مذہب و تمدن اور تہذیب و کلچر بوری طرح محفوظ ہے حکومت چاہے کسی کی ہو، نظام خواہ طاغوتی ہو مگر یہ دین کی باتیں اگر محفوظ نہیں تو پھر ہمیں کسی طاغوتی حکومت یا طاغوتی نظام سے کوئی وجہ پر خاش نہیں جس کا جی چاہے ان کے ہاتھوں میں ملکہ و ٹوریہ کا اعلان آزادی اور کانگریس کراچی کی قرارداد پکڑا کر ان کے تہذیب و تمدن کو کچل دے، اور مسلمانوں کے جان و مال کو اللہ کے قبضہ و تصرف سے نکال کر اپنے قبضہ و تصرف میں لے آئے تاہم مسلمانوں کا دین و ایمان اور تہذیب و تمدن محفوظ ہے، بتلایئے یہ ہمارے رہنماؤں کی خدا فراموشی اور خود فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہے کوئی اللہ کا بندہ جو ٹھنڈے دل سے مجھے سمجھائے کہ کیا قرآن مسلمانوں سے صرف یہی چاہتا ہے جو ہمارے سیاسی رہنما چاہتے ہیں، اسلام مسلمانوں کو اپنے نظام کے قیام کی دعوت دیتا ہے یا انسانی نظاموں کے ماتحت آزادی کی بھیک مانگنا، حقوق طلب کرنا اور زندگی کی آسانیاں ہونڈ سکھانا ہے؟ اور کیا اسلام کی صراط مستقیم یہی ہے جس پر ہمارے سیاسی لیڈر چل رہے ہیں۔

آئندہ قسط میں میں بتلاؤں گا کہ اس خدا فراموشی اور خود فراموشی نے ہمارے رہنماؤں کو مفاد قومی کا پرستار

اور وطن کا مجاہد بن گیا ہے اور اس سے دور کیا ہے (باقی)

اسلام جامع سیاست و عبادت ہے

(۱۹۱)

ملت اسلامیہ کا طرہ امتیاز ہے ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے کہ مذہب اسلام میں قرآن شاہی قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر وہ شخص جو کہ ملت اسلامیہ کا فرد کہلاتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس کو بلا کم و کاست تسلیم کرے۔ اور شائع علیہ السلام کے فرمان و احباب الازعان کے سامنے سر نیاز خم کرے جبکہ رعایا کے افراد کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ ایک دنیاوی قانون میں رد و بدل کر سکیں یا اس کے مقابلے میں کوئی اپنا قانون پیش کر سکیں۔ تو اس ظلم و جہول انسان کو جس کے اقوال و افعال ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں جس کے قواعد میں شکست و ریخت لازمی ہے۔ یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ شہنشاہ عظیم حکیم اور سلطان مجید و کریم کے فرمان جتنی میں مداخلت کرے جو تاویلات باطلہ کا حامل نہیں جس کا فیصلہ نا طوق اور جس کا قانون تبدیل و تغیر سے بالاتر ہے جو کہ فرمان ازلی ابدی ہے اور تمام دنیا کے لئے مساوی قانون ہے جس کا ہر حکم مذہب و سیاست کا جامع ہے جس نے سیاست و حکومت کو مذہب کا جزو قرار دے دیا۔ اس کا ہر حکم و فرمان اگر ایک طرف عبادت ہے تو دوسری طرف نظام حکومت کا بنیادی اصول ہے۔ اور اگر ایک طرف زندگی کے مذہبی پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے تو دوسری طرف اخلاقی طور کی اصلاح کرتا ہے۔ غرضیکہ یہ فرقان جمید جامع ہے تمام امور زندگی پر خواہ اخلاقی ہوں یا

ناظرین کرام! قومی جدوجہد مذہب و ملت کی حفاظت وطن کی محبت اسلام کی عظمت و برتری کا بقا ان امور میں سے ہے جن کو کوئی سلیم الفطرت انسان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس دور ناپید انار میں اس کا رزارستی میں اس نیاے جنگ و جدل میں ہر مسلمان کے دل میں ترپ موجود ہے۔ مذہب اسلام کے ماننے والے کا دل مضطرب ہے کہ کاش کوئی نسخہ کوئی مجرب علاج کوئی تریاق جو کہ اسلامی نشوونما اور تمدنی بقا کے ساتھ ہماری ہستی بلند و برتر کو محفوظ کر دے جو کہ اس ملمع شدہ مسلمانی کو حقیقی اسلامی زندگی کے سانچے میں ڈھال دے۔ لہذا ضرورت ہے کہ آج کل کی بیسیات اور دین اسلام کی سچی رہنمائی پر سیر حاصل مگر مختصر تبصرہ کیا جائے اور انصاف اور حق پرستی کے اصول کے مطابق فیصلہ کیا جائے کہ ایک صحیح العقیدہ اور اسلامی مسلمان کا کونسا مقام ہے جس پر کھڑے ہو کر وہ دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کو حاصل کر سکتا ہے قبل اس کے کہ ہم میدان تحریر میں جولانی کریں اور سفینہ اقدام کو باطل غما سمنہ پر چیرنے اور خطرناک امواج سے مقابلہ کرنے کے لئے ڈال دیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب عالم میں اسلام کا وہ خاص درجہ اور مقام عالی جس کے فریچ اسلام دیگر مذاہب سے ممتاز ہوتا ہے بیان کر دیا جائے یہ وہ مقام ہے جو مل سابقہ کے حصہ میں نہیں آیا بلکہ

تقدیمی، سیاسی ہوں یا مذہبی۔ اس نے جو فرمان سنایا
زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جو عبادت قائم کی
اسی میں سیاست کی بنیاد ڈالی لیکن افسوس ہے
ان نگاہوں کا جو حقیقت کو نہ دیکھ سکیں۔ ماتم ہے
ان عقولوں کا جو اصول قرآن کو نہ سمجھ سکیں ہر شیعہ کو
ہے ان رعوں کی جنہوں نے اس کی روحانی تعلیم کو
بھلا دیا۔ موت ہے ان جسموں کی جو پیغام حیات پر
عامل نہ ہو سکے! انہوں نے اپنے ہر قول و فعل سے
اسلام کے فطری قانون کو غیر فطری ثابت کرنا چاہا
انہوں نے مسلمان کہلا کر اسلام کو بدنام کیا۔ انہوں
نے تعصب دینی کا بنا ڈی نام لے کر شائع علیہم
کے فرمان لاعصیۃ فی الاسلام (اسلام میں تعصب نہیں ہے)
کو غیر مذاہب کے سامنے جھٹلانے کی کوشش کی۔
تعصب اور صلابت مختلف چیزیں ہیں۔

تعصب خواہ مخواہ کی ہٹ دہرمی۔ ضد دوسرے
پر تنگ نظری کو کہا جاتا ہے جو اسلام کے نزدیک
مٹ جانے کے قابل ہے۔ اور اس کی ہر شق کو فرمان
عمومی شائع علیہ السلام نے جڑ سے اکھاڑ پھینک
دیا۔

صلابت فی الدین کہا جاتا ہے دین پر سختی کو
اسلامی اصول پر سختی سے پابندی کو۔ حقانیت و
صد اقتد پر راستہ قدامت کو جو کرامت مستحسن ہے۔ اور
فیصلہ شاہی ہے۔ پہلی صفت یورپ اور ان کمزور
مذاہب کا نظریہ ہے جن کو غیروں میں جذب ہونے
کا خطرہ ہے۔ جن کا مذہب خس و خاشاک کی طرح

بہنے کا عادی ہے۔ دوسری صفت۔ صلابت فی الدین
یہ نظریہ ہے مذہب اسلام کا جو حقانیت اور صداقت
کا علمبردار ہے جو غیروں کو اخلاق کے ذریعہ فتح کرنا
چاہتا ہے۔ جو اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے۔ کہ
غیروں پر اعتراض کر کے نہیں بلکہ اپنے اعمال کو دست
کر کے قلوب کو فتح کریں ولذا قال تعالیٰ لا اکرہ
فی الدین (دین اسلام میں زبردستی نہیں) مگر دے
افسوس مغربیت زدہ دماغوں پر کہ جب کوئی حق کو اول
چیز (تعصب) چھوڑ کر صلابت فی الدین کی دعوت دیتا ہے۔
اور غیروں کی تخریب کے بجائے اپنی تعمیر کی طرف متوجہ
کرتا ہے تو اس کو اسلام فروش۔ اسلامی غدار غیور
کا غلام کہا جاتا ہے۔ خدا را انصاف کر و کہ کون غیور
کا غلام ہے جو کہ دنیا کی لعنت و ملامت سے بالاتر ہو کر
اسلامی اصول پر آزادی دل کے ساتھ چٹان کی طرح
مضبوط ہے یا جو غیروں کے اصول کا پابند ہو کر خس و
خاشاک کی طرح بہا جا رہا ہے جو کہ ہر مغربیت کی آواز
پر لبیک کہتا ہے۔ اور ان کی ہر نقالی کو اسلامی زندگی
میں شامل کرتا ہے۔ اپنی کمزوری اخلاق اور قوت
عملیہ کے مفقود ہونے پر نالاں ہیں بلکہ دوسروں پر
طلعنہ زنی کرنا اپنا سرمایہ زندگی سمجھتا ہے۔ فیما للعب۔
اپنے گریبان میں جپانکے کے بجائے غیروں کے عیوب
پر نظر رکھنا قرآنی اصول و لاجسوال ہر کو ایک دوسرے
کی عیب جوئی نہ کر دے کی بنیاد کو متزلزل کرتا ہے۔ مگر
یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا بدل سکتی ہے قرآن کا قانون
نہیں بدل سکتا۔ انسان اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے لیکن

فرمان شاہی ہلانا محال ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہارا قرآن پر عمل نہ کرنا اس کی تعلیمات کو نہ ماننا اصول اسلامی کا اجراء نہ کرنا حیات و موات کے پہلو میں اس کے بیان کردہ نظریہ سے اختلاف رکھنا تمہاری کامیابی ہے اور قرآن کی شکست ہے۔ نعوذ باللہ۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بادشاہ کا پیغام ہے وہ ایک اٹل قانون ہے اس شہنشاہ کا جو جی و قیوم ہے جو واجب الوجود ہے جس کی طاقت تمام ہے بلند و بالا ہے جیسے وہ خود قائم بذاتہ غیر متغیر ہے اس کی ہستی ازلی ابدی ہے۔ اسی طرح اس کا پیغام اس کے ماننے والوں کے لئے دائمی پیغام ہے۔ حیات و آخرت و دنیوی میں فوز و فلاح کا۔ اور قانون ہے اور باب حل و عقد کے لئے ہر سیاسی میدان میں کامیابی و کامرانی کا۔ اور میدان جنگ میں فتح و نصرت کا۔ ولذا قال تعالیٰ انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین بشرط ایمانی کے ساتھ عود و بلندی تمہارے قدم چومے گی، لیکن صرف زبان سے تعریف کرنے والے اور اعمال سے جھٹلانے والے کے لئے موت کا پیغام ہے مسلمان کہلا کر اس قانون کو ناقابل عمل ثابت کرنے والے کے لئے ذریعہ لعنت ہے۔ ولذا قال تعالیٰ فان اعرضوا الایۃ کہ اگر اعراض کریں قرآن سے تو سناؤ اُمم سابقہ کی تباہی کا حال اور فرمان نبوی ہے رب تالی القرآن والقرآن یلعنہ دہشت سے قرآن پڑھنے والے ہیں اور قرآن ان پر لعنت

بھیجتا، اور اصول قرآن مان کر غیر اسلامی سیاست پر عمل کرنے والے کے لئے حکم ہے خسران و نقصان کا۔ اور قانون حکومت شاہی جانتے ہوئے دوسرے قانون بنا کر میدان میں قدم رکھنے والے کے لئے فرمان ہے شکست و ہزیمت کا۔ اور مقابلہ کرنے والے کے لئے نعرہ حق ہے اس کی تباہی و بربادی کا۔ اور بغاوت کرنے والی قوم کے لئے بھی فرمان پیغام اجل ہے صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہونے کا۔ اس کو سمجھیں ڈوبنے کا۔ اس قوم کو ملک سمیت الٹ دینے کا۔ جیسا کہ اُمم سابقہ کی تواریخ شواہد حق ہیں۔ اور اصول عبرت و نصیحت کے ذرائع ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر قرآنی اصول پر متبصرہ کیا جائے تو نہ معلوم قلم کی روانی کہاں سے کہاں پہنچا دے کیونکہ یہ ایک سمندرِ ناپیدا کنارہ ہے۔ ایک بحرِ روبر پر حاوی طوفان ہے جس کی لہریں لانتہا ہیں اور طاقت بشری اس کے علوم و حکم پر احاطہ سے قاصر اس لئے ہم اپنے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ہماری تحریر بالا کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن ایک جامع قانون ہے اسلام ایک ایسا دین ہے جو مکمل ہے اور تمام زندگی دنیوی و آخرتی کے پہلو تعبدی سیاسی، اخلاقی، تمدنی پر حاوی ہے۔ اور پینچائش نہیں رکھتا کہ ہم مسلمان کہلا کر غیروں کے قانون کو اسلامی قانون میں داخل کر دیں یا اپنی کوتاہ نظری سے اس کو غیروں کا دست نگر بنا دیں۔ بلکہ وہ دین برحیثیت مستقل

پختہ، غیر محتاج ہے۔ اسی طرح سے جو شخص مسلمان ہے اس کو بھی لازم ہے کہ وہ بھی اسلامی اصول پر پختہ ہو۔ اخلاق و اعمال سے قلوب فتح کرنے کا عادی ہونہ کہ بد اخلاقی اور شرارت سے مرعوب کرنے کے صلاحیت و استقامت سے زیادہ ہو لیکن متعصب ہٹ دہرم نہ ہو اپنی خود داری کا لحاظ رکھے مگر دوسرے کی بے عزتی نہ کرے۔ اس کا تعلق خدا سے ہو اور خدائی مخلوق پر احکام خداوندی کے مطابق رحیم و احسان کرے نہ کہ ظلم وعدوان کو شیوہ بنائے۔ وہ گمراہ بندوں کو محبت و شفقت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے نہ کہ نبرستی و اکراہ سے مذہب اسلام کو بدنام کرے جو قطع رحمی کے بجائے صلہ رحمی کرے جو درندگی کا بدلہ انسانیت سے دے۔ یہ نہیں کہ جو درندہ بن جائے۔ اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ ہم کہاں تک مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ جذبات پہنا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسلام پر دھبہ لگانا ہے۔ جوش میں آکر پش گم کر دینا مسلمان کا نظریہ نہیں۔ غیروں کی تقلید کرنا اور ان کے ہر عمل کا براہی سے جواب دینا تخیل اسلامی نہیں۔ سیاسیات غیر کی مدح سرائی کرنا اور اسلامی قانون کو جھنجال سمجھنا فرمان خداوندی کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟ یورپ کی سیاست کو اسلامی طریقہ حکومت پر ترجیح دینا کہاں کا اسلام ہے؟ غیر مذہب والوں کو اشتعال دلا کر اسلام سے دور کرنا کونسی اسلامی خدمت ہے۔ بے شک وہ کبر سے ہیں گمراہ ہیں لیکن یہ طریق محمدی

ہدایت کا یہی ہے۔ کیا وہ واقعہ یاد نہیں کہ طائف میں نبی آدمی پر کس طرح ظلم ڈھائے گئے۔ سر سے پاؤں تک خون آلود ہو گئے مگر ظلم کا بدلہ دعا سے دیا گیا۔ خون کا عوض شیریں کلامی سے دیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر جب کافر نے تھوک دیا تو بچائے قتل کرنے کے معاف کر دیا۔ اور اسی بنا پر اس کافر کو اسلام نصیب ہوا کیا اسوہ نبوت قابل عمل نہیں۔ کیا سنت خلفاء ہمارے لئے باعث نجات نہیں۔ اور یہ کہدینا کہ وہ تو پیغمبر تھے یا صحابی تھے یہ کام ان کا ہے ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ تکذیب ہے قرآن کی کیفیت وقد قال تعالیٰ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے صورت و سیرت میں نمونہ ہیں) قرآن کہے کہ نمونہ ہیں۔ اور اس پر عمل کرو۔ ہم کہیں کہ ہمارے لئے نہیں! انہیں کے لئے تھا کتنا غلط خیال ہے۔ یہ تعظیم نہیں! انتخاب صلعم کی بلکہ ثابت کرتا ہے کہ یہ دین زمانہ سابق کے چند اشخاص کے لئے تھا۔ اور اب جاری نہیں رہ سکتا نفوذ باللہ یہ وسوسہ ہیں جو اعمال سے روکتے ہیں اور غدر لنگ بن کر حائل ہو جاتے ہیں کمزور اور بہانہ جو انسانوں کے سامنے اور فلاح و بہود سے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ہم اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ حالات حاضرہ میں مسلمانوں کی بیماری و ہلاکت دیر بادی کا مہیج حل کیا ہے؟

(باقی پھر)

تبلیغی کتابیں

جام حیات { حیات بعد موت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ النجۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزا نامہ طرز تحریر سے مبرا کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دلفریب کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا

ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دارالعلوم عربیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹۰ محصولہ اک

قائلان حسین { اس میں نہایت حقائقہ طریقہ سے حضرت سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے

نحس جگر حضرت حسینؑ کو کہ بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت برحی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایان مذہب

شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۶۔ کتاب دلفریب طباعت

دیدہ زیب کاغذ دبیر قیمت دس آنہ محصولہ اک ۱۔

آخری پیغام حق { حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام

کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور امید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی

آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہر بے بہا ہیں اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں“

قیمت دس آنہ۔ محصولہ اک ۱۔

کشف التلبیس { مصنفہ مولانا سید لایت حسین ثناء ضاد دہلوی یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”نور ایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ

دوسری طرف سے سنیوں میں مہفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرا میں تبلیغ و رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطامع اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸۰ محصولہ سوم ۶۰ محصولہ ختم ہو چکا ہے ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲۰ علاوہ محصولہ اک

برق آسمانی { جس میں مرآتے قادیانی کے اپنے قلم معاملات کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوا رخ حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات کسج کے عظیم پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸۰ محصولہ اک ۱۔

فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ { یہ کتاب حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دہلوی مرحوم ہر الدین صاحب دام برکاتہم سابق خلیفہ جامع قلعہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ مروجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب کا خد اشہ سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں اور تقریباً ۴۰ مختلف مجلس درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد اور ضروری مسائل بھی آگئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتبرہ تفاسیر متداولہ تصریحات ائمہ کرام فتاویٰ حیات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلائل بھی تعزیہ مروجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں اور مائتہ حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے استی سے زیادہ جواب دیئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت و الجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

بیزارتھے اور یہ کہ کون سے ساداتِ منتہی اعزاز و صدقہ ہیں اور ماہِ محرم میں کیا کرنا چاہیے یہ پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا بھی اس مسئلہ پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طباعتِ بد نہ مینہ۔ صفحہ مت قریباً دو سو صفحات قیمت صرف ۴۰ محمولہ اک علاوہ۔

مؤلف مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب تازیانہ نقشبندی بکھروی اس کتاب میں مرثیہ قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴۰ محمولہ اک

اجتناب الحنفیہ اس رسالہ میں صدیہ علمائے اسلام کے داخلہ اور باہرین قاطعہ سے فرقہ واداف و مرزائیہ کا اعداد اور رافضی و مرزائی سے شنی عورت کا کالج ناجائز ثابت

کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴۰ محمولہ اک

تحفہ میرزا علی محمد جریہ شمس الاسلام کے مدیر مسرہ کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴۰ محمولہ اک

حقیقتِ تشیع مولانا میر تقی شاہ صاحب مذہب شیعوہ کے سرسبز مآذوں کا انکشاف۔ قیمت ۱۰۰

ہدایات القرآن عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا مبلغ ۲۰ نیز اس سالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا اہل القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۲۰

مذہب اکساری محمد بہا الحق صاحب قادیانی

امرتی۔ قیمت ایک آنہ (۱۰) نصیف مولوی محمد بخش صاحب سلم بی بیہ مظلوم قوم اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ قیمت ۵۰

اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم اٹان ایکسپ منقذہ ۹۰-۹۰-۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ میں انصارِ سپاہیوں سے آلہ کبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضر کی بعض لمحدہ عسکری تنظیموں پر بے لگت تبصرہ کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بلوچی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰

خاکساری مذہب ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نمائندہ اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت ٹریٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بلوچی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰

خاکساری فتنہ جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا۔ جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد سے توبہ کر لی جا رہی ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بلوچی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰

مشرقی فتنہ پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پر رد خیالات پر جواب نقیہ قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲۰ علاوہ محمولہ اک

شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)